تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۸۱۹۶
۱۲۸/۲۶ ۳۱۶

اتحاد امت کی اہمیت

اسلام نے مسلمانوں کے تمام اعمالِ حیات کے لئے بنیادی حقیقت یہ قرار دی ہے کہ کسی حال میں بھی فرادیٰ، متفرق، الگ الگ اور منتشت نہ ہوں۔ ہمیشہ مجتمع، مؤتلف، متحد اور نفس واحدہ ہوکر رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں جابجا اجتماع ووحدت پر زور دیا گیا اور کفر وشرک کے بعد بدعملی سے بھی اس قدر اصرار وتاکید کے ساتھ نہیں روکا جیسا کہ تفرقہ اور تشتت سے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام واعمال میں یہ حقیقت اجتماعیہ بمنزلہ محور ومرکز کے قرار پائی اور تمام دائرۂ عمل اسی کے گرد قائم کیا گیا۔ عقیدۂ توحید سے لے کر تمام عبادات واعمال تک یہی حقیقتِ مرکزیہ جلوہ طرازی کر رہی ہے اور اسی بنا پر بار بار نظم جماعت پر زور دیا گیا۔ "علیکم بالجماعۃ والسمع والطاعۃ" (ترمذی) تم پر ضروری ہے کہ جماعت کے ساتھ رہو اور امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اور "علیکم بالجماعۃ فان الشیطان مع الفذ وھو من الاثنین ابعد" (بیہقی) جماعت کے ساتھ رہنا تمہارے لئے ضروری ہے اس لئے کہ شیطان تنہا انسان کے ساتھ ہوتا ہے اور تنہائی میں اس کا دوسرا ساتھی ہوتا ہے۔

اور "اذا کان ثلاثۃ فی سفر فلیؤم واحدکم (اصحاب السنن) جب تین آدمی ایک ساتھ سفر کریں تو اپنے میں سے ایک کو امیر سفر متعین کرلیں۔

اور اسی لئے نظم وقوام ملت کے لئے منصب خلافت کو اطاعت قرار دیا گیا کہ تمام متفرق کڑیاں ایک زنجیر میں منسلک ہوجائیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ
(از: خطبات آزاد ص۱۳)

۱۰ ستمبر ۱۹۹۹ء | سالانہ ۱۳۰ روپے | فی شمارہ ۶ روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

سرزمینِ راجستھان سے اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والے

دو عظیم الشان ماہنامے

جامعۃ الھدایہ جے پور کے ترجمان

دعوت واصلاح کے علمبردار، تعلیم وتربیت کے نقیب اور ارشاد وتزکیۂ نفس کے داعی

ماہنامہ ہدایت اور AL-HIDAYAH Monthly

جن کا نصب العین ہے:
- شاندار ماضی سے واقفیت
- حال سے آگہی وملت کو درپیش چیلنجوں کی نشاندہی
- روشن مستقبل کے تعمیر کی فکر

آیئے! اس مشن کو آگے بڑھانے میں اپنا گرانقدر تعاون دیجیے

شرح خریداری

ماہنامہ ہدایت		AL-HIDAYAH Monthly	
اندرونِ ملک سالانہ	۱۲۰ روپے	اندرونِ ملک سالانہ	۱۲۰ روپے
فی شمارہ	۱۰ روپے	فی شمارہ	۱۰ روپے
لائف ممبر شپ	۵۰۰۰ روپے	لائف ممبر شپ	۵۰۰۰ روپے

چیک یا ڈرافٹ پر صرف MOVEMENT COMMUNICATIONS PVT. LTD. لکھیں

1617, Khejre ka Rasta, Near Indira Bazar, Opp. Hidayat Masjid, Post Box : 35, Jaipur-302001 Phone No. (Office) 312386, 319935, Fax:0091-141-311247, E-mail:Jamea@datainfosys.net

خط وکتابت کا پتہ

آپ کی خدمت میں جدید ودلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳ - ۲۴۲۹۴۶

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR-8 60

فوٹو کرومیک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزنی لینس، فینسی

بارود دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین ۔ اے ۔ رحمٰن (علیگ)

شکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ

لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۶ — شمارہ نمبر ۲۱

۱۰ ستمبر ۱۹۹۹ء — مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ

زیر نگرانی

- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- مولانا عبد اللہ عباس ندوی
- پروفیسر وصی احمد صدیقی

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/- روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ ——— ۱۳۰/- روپئے

فی شمارہ ——— ۶/- روپئے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک — ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک — بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

مینیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

چرچلو پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (مینیجر)

درس حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

تشبیہ اور مثالوں کے ذریعہ تعلیم و تربیت کرنا

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات کو اچھی طرح سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے لئے اکثر کسی چیز کی مثال بیان کر کے یا تشبیہ دے کر بات واضح کرنے کا حکیمانہ انداز اپناتے تھے، مثالیں ایسی چیزوں کی دیتے تھے جن کو لوگ دیکھتے رہتے ہوں یا جن کا مزہ چکھتے رہتے ہوں، وہ چیزیں ان کو محسوس ہوتی ہوں اور مل بھی سکتی ہوں، اس انداز سے آپؐ جو چیز سمجھانا چاہتے اس کو اس طرح آسان بنا دیتے تھے کہ طالب علم فوراً سمجھ جائے، آپؐ جو بات سکھانا یا جس چیز سے ڈرانا چاہتے تھے وہ مکمل طور پر واضح ہو جاتی تھی۔

علماء بلاغت اس پر متفق ہیں کہ پوشیدہ معانی اور جلد نہ سمجھ میں آنے والی باریک باتوں کو سمجھانے میں مثالوں کا بیان کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے، چنانچہ خود اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں کثرت سے مثالیں بیان فرمائی ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے مواعظ و گفتگو میں قرآن کریم ہی کی اقتدا فرمائی ہے۔

بہت سے لوگوں نے حدیث پاک کی مثالوں کو کتابی صورت ..... میں جمع کر دیا ہے، مثلاً حافظ ابو الحسن عسکری (متوفی ۳۱۰ھ) اور ابو احمد عسکری، اور قاضی ابو محمد الحسن بن عبد الرحمٰن بن خلاد رامہرمزی، ان کی کتاب طبع ہو چکی ہے اور اس کا حصول آسان ہے۔ صحاح ستہ اور سنن و مسانید میں ان حدیثوں کی بڑی تعداد مذکور ہے انھیں احادیث میں سے ذیل کی حدیثیں بھی ہیں۔

ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس مسلمان کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے "اُترجہ" کی طرح ہے کہ کھانے میں بھی میٹھا ہے اور اس کی خوشبو بھی اچھی ہے، اور اس مسلمان کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہے اور وہ بدکردار شخص جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال "ریحانہ" کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن مزہ کڑوا ہے، اور اس بدکردار شخص کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا "حنظلہ" کی طرح ہے کہ اس کا مزہ بھی خراب ہے اور اس میں کوئی خوشبو بھی نہیں ہے۔

نیک شخص کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو مشک بیچنے والے کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہے کہ اگر وہ تمہیں کچھ بھی نہ دے تو خوشبو تو حاصل ہی ہوگی، اور برے آدمی کے پاس بیٹھنے کی مثال لوہار کی بھٹی کی طرح ہے کہ اگر کپڑے نہ کالے ہوئے تو دھواں تو لگے گا ہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عام فہم اور بلیغ مثال میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ نیک کاموں کا شوق دلایا گیا ہے اور برے کاموں سے بچنے کی زبردست تنبیہ ہے۔

ایسی عام فہم مثال دے کر آپؐ نے سمجھایا کہ مخاطب کی سمجھ میں فوراً آجائے، حدیث میں نیک لوگوں کو اہل اللہ اور علماء دین کی خدمت میں بیٹھنے کی بھی ترغیب ہے اور اس کا شوق دلایا گیا ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں جہاں کا فائدہ ہوتا ہے اسی کے بالمقابل برے لوگوں کی صحبت سے روکا گیا ہے اس کے برے نتائج سے ڈرایا گیا ہے، اسی انداز کی دوسری حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کو لے کر بھیجا ہے، اس کی مثال اس زوردار بارش کی طرح ہے کہ وہ زمین پر نازل ہوئی، زمین کے جس اچھے حصے پر پڑی اس نے پانی کو جذب کر لیا اور چارہ اور گھاس اگا کر سبزہ زار بن گئی۔ اور زمین کے جو حصے بنجر اور سنگلاخ تھے، انھوں نے پانی کو روک لیا، اس پانی سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہونچایا، پیا بھی اور کھیتی باڑی کی سینچائی کا بھی کام لیا۔ یہی پانی زمین کے اس حصہ کو پہونچا جو مسطح و چٹیل تھا اس میں نہ پانی رکا اور نہ کچھ سبزہ اگایا، پہلی مثال اس شخص کی ہے جس نے دین کی سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جو تعلیمات لے کر بھیجی ہیں ان کو خود بھی سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے ہماری بات کو مانا لیکن عمل نہ کیا اس سے دوسروں کو فائدہ پہونچا اور خود کو کچھ نہ حاصل ہوا، تیسری مثال اس شخص کی ہے جس نے نہ سنا اور نہ مانا تو نہ خود کو فائدہ پہونچا نہ دوسروں کو فائدہ پہونچایا۔

شارحین نے لکھا ہے کہ جس طرح پانی سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح سے

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	آہ! مولانا معین اللہ ندوی (اداریہ)	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	تعزیتی خط	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۶
۴	مولانا معین اللہ صاحب کی رحلت	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	۷
۵	عورت مغربی فضلاء کی نظر میں	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۸
۶	مدرسۃ الفلاح اندور میں تعزیتی جلسہ	تقریر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۲
۷	ایک چراغ اور بجھ گیا	قاضی عبدالقدوس فاروقی	۱۸
۸	امت مسلمہ۔ ایک مطالعہ	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۱
۹	اہل ندوہ اپنے ایک محسن سے محروم	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۳
۱۰	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۴
۱۱	جنگ آزادی میں مدارس کا حصہ	———	۲۵
۱۲	ندوہ کے شب وروز	نجیب الرحمٰن ندوی	۲۶
۱۳	عالمی خبریں	سعید اشرف ندوی	۲۸

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842 Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.) P-H-No: — 3970927	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)	امریکہ

اداریہ ——— مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

آہ! مولانا معین اللہ صاحب ندویؒ

سال رواں عالم اسلام کے مختلف حصوں میں ملت اسلامیہ کی متعدد اہم علمی و دینی شخصیتوں نے رحلت کی۔ ان ہی میں ایک رحلت ہندوستان میں مولانا قاضی محمد معین اللہ ندوی کی ہے جنھوں نے ۱۹۵۳ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد و نگرانی طلباء کے منصب سے خدمت علم ودین کا آغاز کیا تھا پھر ناظر شعبہ تعمیر و ترقی پھر نائب ناظم ندوۃ العلماء ہوئے اور اپنے اس دور ان تعلق و خدمت میں انھوں نے ندوۃ العلماء کی ترقی و توسیع کے کاموں میں اپنے فکر و عمل سے غیر معمولی حصہ لیا اور ترقیات کا ذریعہ بنے۔ ان کا تعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء سے اپنی تعلیمی زندگی سے قائم ہوگیا تھا اور وہ ان کے تعلیمی و دعوتی کاموں میں تاحیات ان کے دست راست رہے۔ اور نہایت اخلاص اور جذبہ کے ساتھ دینی تعلیم اور دعوت وارشاد کے مقاصد کو بروئے کار لانے کی کوشش میں اپنی پوری زندگی لگادی۔

مولانا مرحوم نائب ناظم ہونے کے بعد سے ندوۃ العلماء کے انتظام و انصرام کے بڑے ذمہ دار تھے اور انھوں نے اپنی اس ذمہ داری کو فعال انداز سے انجام دیا، نیز ندوۃ العلماء کی ترقی اور توسیع کی برابر فکر کرتے رہے اسی کے اثر سے دار العلوم میں کئی دار الاقاموں کا اضافہ ہوا، مسجد کی توسیع ہوئی، ہر وقتی اسٹاف اور اہم اساتذہ کی رہائش گاہوں کی فکر اور تعمیر اور ندوۃ العلماء کا مالی استحکام ان کی ترجیحی کوششوں میں تھا، اور الحمدللہ انھوں نے اپنی ان کوششوں میں خاصی کامیابی حاصل کی۔ وہ بڑے دینی جذبہ کے آدمی تھے۔ مرکز نظام الدین دہلی کے ذمہ داروں سے قریبی ربط رکھتے تھے اور ان کے کام کو تقویت دینے کے لئے برابر کوشاں رہتے تھے۔ مولانا معین اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ندوۃ العلماء میں ذمہ داری حاصل ہونے اور تعلیمی سرگرمی سے تعلق ہونے پر قرآنی مکاتب اور ابتدائی دینی تعلیم کے مدارس کے قیام کو ملت اسلامیہ ہندیہ کی ایک اہم ترین ضرورت سمجھتے ہوئے اس کے لئے ضروری فکر کی۔ وہ ان کے قیام کی ترغیب دیتے اور خود بھی جو فکر ہوسکتی کرتے تھے اسی کے ساتھ طلبا علوم دین کے تربیتی پہلو کی طرف توجہ دلاتے اور اس کے لئے ضروری کوشش کی فکر رکھتے تھے۔

ندوۃ العلماء میں درجہ حفظ کا مضبوط انتظام پھر دار العلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس کے قیام و انضمام کی فکر و کوشش ان کی تعلیمی و دینی کارگزاریوں کا قابل قدر اور اہم حصہ ہے۔

آج وہ ہم میں نہیں رہے اور اپنے محبین اور قدر دانوں کو رنجیدہ اور غمزدہ چھوڑ کر اپنے رب سے جاملے، جہاں ان کو ان کی نیکیوں اور خدمت دین وعلم کی بہترین جزا ملے گی۔ اور وہ اپنے بعد والوں کے لئے اپنی بڑی اچھی یادیں چھوڑ گئے۔ جو عرصہ دراز تک یاد رکھی جائیں گی۔

مولانا مرحوم کو دو سال قبل کولہے کی ہڈی ٹوٹ جانے سے صاحب فراش ہونا پڑ گیا تھا۔ اسی دریان ان کی اہلیہ صاحبہ حلق کی ایک تکلیف سے گذر رہی تھیں جو ان کے انتقال کا سبب بنی، مولانا نے ان کی علالت کے زمانہ میں علاج اور تیمارداری کی بڑی فکر کی۔ چنانچہ ان کے انتقال کے واقعہ نے مولانا کی صحت پر مزید اثر ڈالا، اور مولانا کی خود علالت بڑھتی چلی گئی۔ اسی حالت میں دو سال گذرے اور مولانا کی صحت بہتر نہ ہوسکی۔ بالآخر وقت موعود آگیا، اور ۲۳ راگست ۱۹۹۹ء کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

انتقال کے وقت مولانا کی عمر تقریباً ۸۲ سال تھی۔ مولانا نے ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، پھر اسی سے متعلق ہوگئے اور تاحیات اسی کی خدمت میں مشغول رہے۔

مولانا مرحوم نے ندوۃ العلماء میں ۱۹۴۳ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کی، ان کا دار العلوم میں طالب علمی کے آغاز سے ہی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء سے شاگردی کا عزیزانہ تعلق قائم ہوگیا تھا جو ان کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں ان کی رفاقت کا ذریعہ بنا اور پھر طالب علمی

سے فراغت کے بعد بھی برابر جاری رہا تعلیم سے فراغت کے آٹھ نو سال بعد ان کا ندوۃ العلماء میں بحیثیت نگراں طلباء و مدرس ۱۹۵۲ء میں تقرر ہوا اس سے کئی سال قبل مولانا علی میاں کے مشورے سے انھوں نے دعوتی مقصد سے حجاز میں دو سال گذارے تھے اور یہ اس زمانہ میں ہوا تھا جب سفر کے وسائل بھی مشکل سے حاصل ہوتے تھے اور سعودیہ میں دولت کا وہ دور بھی نہیں شروع ہوا تھا جو بعد میں ہوا۔ لہٰذا یہ ایک اخلاص اور جذبہ کا کام تھا۔ انھوں نے اس قیام کے دوران دعوتی کام میں وقت گذارا اور اس درمیان بھی حضرت مولانا مدظلہ سے برابر رابطہ رکھا۔ اسی میں مولانا کے ساتھ تقریباً ۷۔۸ ماہ تک مصر اور دیگر عربی ممالک کا دورہ کیا۔ حجاز سے واپسی پر ۱۹۵۲ء میں وہ ندوۃ العلماء میں استاد و نگراں اور ۱۹۵۸ء میں ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی مقرر ہوئے پھر کئی سال بعد نائب ناظم کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب نے ندوۃ العلماء کی تعلیمی توسیع کی طرف جو خصوصی توجہ دی اس میں مولانا معین اللہ صاحب ندویؒ ان کے برابر معاون رہے۔۔۔ اور۔۔۔ مولانا کی سرکردگی میں ندوۃ العلماء کی تعمیری اور مالی ترقیات کے لئے پوری فکرمندی اور منصوبہ بندی سے کام لیا۔ چنانچہ ندوۃ العلماء میں نمایاں توسیع کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ جس میں ظاہری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے ندوۃ العلماء نے بڑی ترقی کی۔ یہ ترقی احاطہ ندوۃ العلماء کے اندر اور احاطہ کے باہر دونوں طرف انجام پائی۔ شعبۂ تعمیر و ترقی کے تحت یہ کام انجام پائے جس۔۔۔ میں مولانا معین اللہ مرحوم کی توجہ و کوشش کا بنیادی طور پر دخل رہا۔

مولانا مرحوم اپنی عام صحت میں شروع سے کمزور رہے اور آخری عمر میں پیر کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے بالکل صاحب فراش ہوگئے اور بالآخر اس جہان فانی سے جہان باقی کی طرف رحلت کی۔

اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بیش از بیش رحمتوں سے نوازے اور قبول فرمائے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا تعزیتی خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Phones: 73864, 72338, 72338
Abul Hasan Ali Nadwi
P. O. BOX. No. 93, NADWATUL ULAMA
LUCKNOW—226 007. U. P. (INDIA)

ابوالحسن علی الحسنی الندوی
ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ الہند

التاریخ:

عزیزان و عزیز القدر عبید اللہ سلمہ عبد اللہ سلمہ عطاء اللہ سلمہ فرزندان گرامی قدر عزیزی الاعزہ مولوی معین اللہ صاحب مرحوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہمیں بڑا قلق اور ندامت ہے کہ ہم خود تعزیت کے لئے اس وقت نہیں آسکے، چند قدم بھی چلنا مشکل ہے۔ ہم نے درجنوں اور سینکڑوں تعزیت نامے لکھے ہوں گے، مگر تعزیت کا یہ خط لکھنا ہمیں دشوار ہو رہا ہے کہ ہم کس کی کس سے تعزیت کر رہے ہیں۔ ہمیں جو تعلق مرحوم سے رہا ہے اور مرحوم کو جو تعلق ہم سے رہا ہے وہ دنیا میں مشکل سے کسی کو کسی سے رہا ہوگا۔ ہماری طرف سے ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔ اور تم لوگوں کے لئے دعائے سعادت اور صحت و درازی عمر اور ان کی جانشینی کی صلاحیت کے لئے، یہ تم بھائیوں کی بڑی نازک ذمہ داری ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی توفیق دے اور تم ان کا نام روشن کرو، ہمیں ان مرحوم سے اور ان کو ہم سے جو تعلق رہا ہے وہ تم کو اور قریبی لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہمارا ان کا جو ساتھ رہا ہے لکھنؤ میں، حجاز میں، مصر میں اور دوسرے سفروں میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس لئے ہم خود تعزیت کے مستحق ہیں۔

تم بھائیوں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ تم ان کا نام روشن کرو، اتحاد کے ساتھ رہو، ان کے قائم کئے ہوئے اداروں کی خدمت کرتے رہو۔ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی تعلق قائم رہے، دین کی دعوت دیتے رہو۔ اور اہل شہر کے سامنے اور جاننے والوں کے درمیان ان کا نمونہ اور یادگار بنے رہو۔ اور ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اسی کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور ان کا نام اور کام زندہ رہے گا۔

افسوس ہے کہ یحییٰ سلمہ ابھی اندور نہیں آئے، یہ خط رکھ لینا وہ آئیں تو ان کو بھی دکھانا۔

گھر میں سب عزیزوں سے سلام کہو۔ ہماری طرف سے تعزیت کرو، اطال اللہ بقاءکم ووفقکم لما یحب ویرضیٰ

والسلام
تمہارا شریک غم و دعاگو
ابوالحسن علی ندوی
۲۶ اگست ۱۹۹۹ء

ازل سے ہی مشیت نے اجل کو کام سونپا ہے
چمن سے پھول چننا اور ویرانے میں رکھ دینا

مولانا معین اللہ نائب ناظم ندوۃ العلماء کی طویل علالت کے بعد رحلت

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

۲۲ اگست ۱۹۹۹ء کو اندور سے یہ اطلاع دی گئی کہ ۴ بجے صبح مولانا معین اللہ صاحب جو ندوہ کے نائب ناظم تھے اور طویل مدت سے اندور میں اپنے گھر میں بستر علالت پر تھے رحلت فرماگئے۔ کچھ عرصہ پہلے گر جانے سے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی چلنے سے معذوری ہوگئی تھی اور بھی کچھ عوارض تھے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے محلہ آزاد نگر میں ایک قطعہ آراضی لیکر مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا مدھیہ پردیش میں عام طور پر مسلم آبادی کے علاقہ کم ہیں اور عموماً دینی تعلیم کا انتظام کم ہے ان کی فکر کے نتیجہ میں اکثر طلباء وہاں سے ندوہ میں داخل ہوئے ان میں سے بعض نے علاقہ میں واپس جاکر چھوٹے بڑے ادارے قائم کئے جنہیں مقبولیت حاصل ہوتی جارہی ہے۔

مولانا معین اللہ صاحب قصبہ دیپال پور مدھیہ پردیش کے رہنے والے تھے قاضی خاندان سے تعلق تھا ندوہ سے عالمیت کی سند لی حضرت مولانا علی میاں سے شرف شاگردی بھی حاصل تھا ندوہ سے وابستگی خاص طور پر شعبہ تعمیرات سے عملی دلچسپی کی وجہ سے انہیں ایک خاص حیثیت حاصل تھی جدید تعمیرات خاص طور پر لائبریری بورڈنگ اور مسجد کی توسیع مہمان خانہ ڈائننگ ہال کی تعمیر وغیرہ انہیں کی تحریک اور نگرانی میں ہوئیں۔

اس کے علاوہ بھی رائے بریلی اور دوسرے بہت سے مقامات پر مدارس کا قیام اور ان کی تعمیرات کا کام انہیں کی نگرانی میں تکمیل کو پہونچا۔ انہیں کچھ شاہجہانی نسبت حاصل تھی تعمیرات کے سلسلہ میں ان کا اپنا ذوق بھی تھا اور شوق بھی۔ تبلیغی کام سے اور اس سلسلہ کے تمام اکابرین سے خصوصی تعلق تھا زندگی سادہ تھی سحر خیزی کا معمول تھا مولانا کے تمام اسفار میں عموماً شریک رہتے تھے۔ رابطہ عالم اسلامی کا قیام کے موقع پر بھی مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ کئی مرتبہ حج کر چکے تھے اور مشرق وسطیٰ کے بعض ممالک کا بھی۔ بزرگان دین اور علماء سے خصوصی تعلق اور برابر خط وکتابت رکھتے تھے ان کے انتقال سے ندوہ ایک صاحب فکر مند اور اس سے آخری درجہ کی وابستگی اور خیر خواہی رکھنے والی شخصیت سے محروم ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ ان کے اہل خاندان کو ان کی دینی خدمات کے سایہ خاں رکھے اور اس تسلسل کو برقرار رکھے جو مرحوم کی زندگی کی سب سے نمایاں صفت تھی۔

مولانا کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں حیات ہیں انکی اہلیہ کا کچھ دن پہلے اندور میں انتقال ہوگیا۔ ان کے بھانجے مولوی ہارون ندوہ لائبریرین ہیں۔

ادارہ ندائے ملت ان کے تمام اہل خاندان اہل ندوہ جملہ متعلقین اور خاص طور پر ان کے مربی مولانا علی میاں سے تعزیت کرتا ہے اور قارئین سے ان کے حق میں ایصال ثواب کی گذارش کرتا ہے۔

سہل اسلوب دلنشیں ترتیب کے ساتھ
اصول فقہ میں بزبان عربی
الموجز فی اصول الفقہ
تالیف: محمد عبید اللہ الاسعدی
مطبوعہ: دارالسلام قاہرہ
صفحات: ۳۵۰، قیمت ۲۵۰/- روپئے
ملنے کا پتہ:
• المکتبۃ الندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ
• مکتبہ دارالایمان نزد مظاہر علوم جدید سہارنپور

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز
حرمین
اردو کاپی
NOTE BOOK
ملنے کا پتہ:
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کرسکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

اعلیٰ، معیاری، عمدہ اور لذیذ مٹھائی کی مشہور دکان
حراء سوئیٹس (بمبئی)
خاص طور پر صبح ناشتہ میں لذیذ حلوہ و پراٹھا اور شام کو نمکین و میٹھے سموسے کے لیے تشریف لائیں
اس کے علاوہ مختلف قسم کی دیسی مٹھائیاں ہمہ وقت کفایتی داموں پر دستیاب ہیں۔
پتہ:
اندریا اسٹریٹ چوکی محلہ نزد مستان تالاب
ناگپاڑہ بمبئی ۸

عورت مغربی فضلاء اور اہل انصاف کی نظر میں

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم

مغربی فضلاء اور اہل انصاف کی شہادت و اعتراف

متعدد انصاف پسند مغربی فضلاء اور معاشرتی و تمدنی تاریخ کے ماہرین نے ان قرآنی اور شرعی تعلیمات پر برتری کا اعتراف کیا ہے جو عورتوں کے احترام اور ان کے لئے حقوق پر مشتمل ہیں۔

ہم یہاں دو تین شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک شہادت ایک مغربی فاضلہ کی ہے جو ہندوستان میں ایک تربیتی و اصلاحی تحریک کے قائد اور جنوبی ہند کے ایک ثقافتی ادارے (تھیاسونیکل سوسائٹی) کی صدر رہی ہیں۔ انھوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں بھی حصہ لیا تھا۔ کسی خاتون کی شہادت اس لئے بھی اہم اور قیمتی ہوتی ہے کہ وہ عورت کے معاملہ میں حساس ہوتی ہے اور اس کی طرف سے دفاع میں دلچسپی رکھتی ہے۔ مسز اینی بسنت (MRS. ANNIE BESANT) کہتی ہیں :۔

"آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو مذہب اسلام پر اس لئے تنقید کرتے ہیں کہ یہ محدود تعدد ازدواج کو جائز قرار دیتا ہے۔ لیکن آپ کو میری وہ تنقید نہیں بتائی جاتی جو میں نے لندن کے ایک ہال میں تقریر کرتے ہوئے کی تھی۔ میں نے سامعین سے کہا تھا کہ یک زوجگی کے ساتھ وسیع پیمانہ پر زنان بازاری کی موجودگی "نفاق" (HYPOCRISY) ہے اور محدود تعدد ازدواج سے زیادہ ذلت آمیز قدرتی طور پر اس قسم کے بیانات کا لوگ برا مانتے ہیں۔ لیکن اسے بتلانا ضروری ہے کیونکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عورتوں کے متعلق اسلام کے قوانین ابھی حالیہ زمانہ تک انگلینڈ میں اپنائے جا رہے تھے، یہ سب سے منصفانہ قانون تھا جو دنیا میں پایا جاتا تھا۔ جائداد، وراثت کے حقوق اور طلاق کے معاملات میں یہ مغرب سے کہیں آگے تھا، اور عورتوں کے حقوق کا محافظ تھا، یک زوجگی اور تعدد ازدواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے، اور وہ مغرب میں عورت کی اس ذلت پر نظر نہیں ڈالنا چاہتے جسے اس کے اولین محافظ شرکوں پر صرف اس لئے پھینک دیتے ہیں کہ اس سے ان کا دل بھر جاتا ہے، اور وہ پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ (۱)

مسٹر (N.L. COULSEN) لکھتے ہیں:۔

"بلاشبہ عورتوں کی حیثیت کے معاملہ میں خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کے معاملہ میں قرآنی قوانین افضلیت کا مقام رکھتے ہیں، نکاح اور طلاق کے قوانین کثیر تعداد میں ہیں جن کا عمومی مقصد عورتوں کی حیثیت میں بہتری لانا ہے اور وہ عربوں کے قوانین میں انقلاب انگیز تبدیلی کے مظہر ہیں۔ اسے قانونی شخصیت عطا کی گئی جو اسے پہلے حاصل نہیں تھی، طلاق کے قوانین میں قرآن نے سب سے بڑی تبدیلی جو کی ہے وہ عدت کو اس میں شامل کرنا ہے (۱)"

مذہب و اخلاق کے انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے :۔

"پیغمبر اسلام نے یقیناً عورت کا درجہ اس سے زیادہ بلند کیا جو اسے قدیم عرب میں حاصل تھا، خصوصی طور پر عورت متوفی شوہر کے ترکہ کا جانور نہیں رہی بلکہ خود ترکہ پانے کی حقدار ہو گئی اور ایک آزاد فرد کی طرح اسے دوبارہ شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ طلاق کی حالت میں شوہر پر یہ واجب ہو گیا کہ وہ اسے سب چیزیں دیدے جو اسے شادی کے وقت ملی تھیں۔

اس کے علاوہ اعلیٰ طبقہ کی خواتین علوم اور شاعری سے دلچسپی لینے لگیں اور کچھ نے استاد کی حیثیت سے بھی کام کیا، طبقۂ عوام کی عورتیں اپنے گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اپنے خاوندوں

(۱) A HISTORY OF ISLAMIC LAW (EDINBURG. 1971) P.14.

(۱) THE LIFE & TEACHINGS OF MUHAMMAD BY ANNIE BESANT (MADRAS. 1932) P.30.

کی خوشی اور غم میں شریک ہونے لگیں ہاں کی عزت کی جانے لگی۔ (۱)"

پیدائش نو اور انقلاب عظیم

قرآنی آیات اور نبوی تعلیمات کی روشنی میں عورت کے مقام کے بارے میں یہ نیا نقطۂ نظر گویا انسانی دنیا میں نوع نسواں کی نئی پیدائش کا حکم رکھتا تھا، کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ عالم قدیم میں اس میں اور پالتو حیوان یا کسی بے جان چیز میں کوئی فرق نہ تھا، وہ زندہ دفن کر دی جاتی تھی، رہن رکھی جاتی یا کسی محل کی گڑیا سمجھی جاتی تھی، اس صورت حال میں یہ انقلابی تعلیمات تمدن و اخلاق، خانگی اور ازدواجی زندگی میں ایک مبارک اتفاق کی حیثیت میں سامنے آئیں، جن کا کم و بیش سبھی ملکوں اور معاشروں نے استقبال کیا خاص طور پر ان ملکوں نے جہاں اسلام فاتحانہ داخل ہوا یا اسے حکومت و انتظام کا موقع ملا، یا جہاں وہ ایک اصلاحی دعوت اور علمی نمونہ کے طور پر پہنچا، اسلام کے اس انسانی تحفے کی قدر و قیمت ان ملکوں میں بالکل ظاہر ہوئی جہاں بیوائیں اپنے کو اپنے متوفی شوہروں کی چتا میں جلا ڈالتی تھیں، اور نہ معاشرہ ان کو شوہروں کے بعد زندہ رہنے کا حق دیتا تھا۔ اور نہ وہ خود اپنے کو اس کا حقدار سمجھتی تھیں۔

مسلمان بادشاہوں نے اپنے وقت میں بعض ہندوستانی رسم و رواج اور خاص طور پر "ستی" کی رسم کی اس طرح اصلاح کی کہ دینی عقائد اور ہندوستانی روایت کو نہ نقصان پہنچے اور نہ ان کی بے حرمتی ہو۔ اس سلسلہ میں مشہور فرانسیسی سیاح اور طبیب ڈاکٹر برنیر (BERNIER) (جس نے شاہجہاں کے زمانے میں ہندوستان کی سیاحت کی تھی) لکھتا ہے :۔

"آج کل پہلے کی نسبت ستی کی تعداد کم ہو گئی ہے، کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں، اس وحشیانہ رسم کے نیست و نابود کرنے میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔ اور اگرچہ اس کے امتناع کے واسطے کوئی قانون مقرر کیا ہوا نہیں ہے کیونکہ ان کی پالیسی (تدبیر مملکت) کا یہ ایک جزو ہے کہ ہندوؤں کی خصوصیات میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے، دست اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے، بلکہ ان کی مذہبی رسوم کے بجالانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں، لیکن تاہم ستی کی رسم کو بعض اوچ بیچ کے طریقوں سے روکتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی عورت بغیر اجازت اپنے صوبہ کے حاکم کے ستی نہیں ہو سکتی، اور صوبہ دار ہرگز اجازت نہیں دیتا جب تک کہ قطعی طور پر اس کو یقین نہیں ہو جاتا کہ وہ اپنے ارادہ سے ہرگز باز نہیں آئے گی۔ صوبہ دار بیوہ کو بحث مباحثہ سے سمجھاتا ہے، اور بہت سے دھمکے وعید کرتا ہے اور اگر اس کی فہمائش اور تدبیریں کارگر نہیں ہوتیں تو کبھی ایسا بھی کرتا ہے کہ اپنی محل سرا میں بھیج دیتا ہے تاکہ بیگمات بھی اس کو اپنے طور پر سمجھائیں۔

مگر باوجود ان سب امور کے ستی کی تعداد اب بھی بہت ہے خصوصاً ان راجاؤں کے علاقوں اور ملکوں میں جہاں کوئی مسلمان صوبہ دار متعین نہیں ہے (۱)"

(۱) سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ج ۲، ص ۱۷۲۔ (امرتسر ۱۸۸۶ء)

(۱) انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس۔ ص: ۲۷۱ (نیویارک ۱۹۱۳ء)۔

خاتون حرم اقبال کی نظر میں

موجودہ زمانہ کے مشہور شاعر اور فلسفی ڈاکٹر محمد اقبال نے ایک ایسے زمانہ میں تعلیم و تربیت حاصل کی جب عورت آزادی و ترقی کے بہت اونچے زینے پر پہونچ چکی تھی، مغرب نے مرد و عورت کی مساوات اور عورت کی آزادی و بے پردگی کا صور اتنے زور و شور سے پھونکا تھا کہ اس کے خلاف کوئی آواز سننے میں نہیں آسکتی تھی۔ اقبال نے اپنی تعلیمی زندگی کا خاصہ زمانہ یورپ میں گزارا، ان کی باقی زندگی ایک ایسے شہر اور ماحول میں گزری جو آزاد نسواں اور مغرب کی تقلید کا شاید ہندوستان میں سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس سب کے باوجود مسلمان عورت کے بارے میں ان کے عقیدہ اور خیالات میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ بلکہ مغربی ممالک کی زندگی کا انتشار اور وہاں انسانیت کی تباہی کے آثار دیکھ کر ان کا یہ عقیدہ اور زیادہ مضبوط ہو گیا کہ مسلمان عورت کے لئے زندگی کا بالکل الگ معیار ہے اور اس کو مغربی عورت کی تقلید سے پوری احتیاط کرنی چاہیئے۔ ان کے نزدیک زندگی میں اس وقت تک استحکام اور نظم و انتظام نہیں پیدا ہو سکتا جب تک کہ عورت میں صحیح نسوانیت عفت و طہارت اور شفقت مادری نہ ہو، جو قوم اس نکتہ سے واقف نہیں اس کا نظام زندگی ہمیشہ درہم برہم اور متزلزل رہے گا۔ وہ کہتے ہیں :۔

جہاں را محکمی از امہات است
نہاد شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ را توے نداند
نظام کاروبارش بے ثبات است

وہ اپنی ساری ترقیوں اور بیداریوں، ایمانی ذوق اور درد و سوز کو اپنی والدہ کی تربیت اور ان کی پاک باطنی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے اندر ایمان و

محبت کی جو ایک چنگاری ہے جس کا علم و ہنر سے کوئی بیر نہیں بلکہ میل ہے وہ میری پاک باطن ماں کی نگاہ کا فیض ہے۔ مجھے جو کچھ ملا ان کی گود اور ان کی تربیت سے ملا، مدرسہ اور تعلیم گاہ (جس میں اقبال نے بڑی بڑی کتابیں پڑھیں اور عالم فاضل بن کر نکلے) نے نہ حقیقت ہیں نگاہ دی نہ دردمند دل عطا کیا، خود کہتے ہیں کہ یہ دولت تو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ملتی ہی نہیں، یہاں سوائے قصہ کہانی کے کچھ نہیں، یہ دولت تو اگر خدا کسی کو ایمان والی ماں نصیب کرے تو اس کی آغوش تربیت سے ملتی ہے ؎

مراد او ایں خرد پرور جنونے
نگاہِ مادر پاک اندرونے
ز مکتب چشم و دل نتواں گرفتن
کہ مکتب نیست جز سحر و فسونے

وہ مسلمان لڑکی کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ مغرب نے نوجوانوں کو متاثر کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے کے جو طریقے سکھائے ہیں وہ ایک مسلمان لڑکی کو بالکل زیب نہیں دیتے یہ "سحر و ساحری" اور یہ "دلبری اور کافری" کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں، پھر وہ مسلمان لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم کو اس آرائش و زیبائش کی ضرورت نہیں جو آج مغرب کی تقلید اور نقالی میں اسلامی ملکوں میں فیشن بن گئی ہے۔ تم کو اپنا دل ایسے حسن و جمال میں نہیں لگانا چاہیئے جو غازہ اور پاؤڈر کا احسان مند ہو، تمہارا حسن اور تمہاری عزت، تمہاری پاک نگاہی میں ہے، جس کی کوئی بدنیت تاب نہیں لاسکتا اور جو عورت کا سب سے بڑا حسن و جمال ہے۔

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا
مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمال غازہ پرورد
بیاموز از نگہ غارت گری ہا

وہ کہتے ہیں کہ حسن اور دلوں کو جیتنے کے لئے بے نقابی شرط نہیں، عصر حاضر کے پاس کچھ نہیں اس لئے اس نے بے پردگی کو اپنا شعار بنایا اور اس نے محض چمک دمک اور رنگ و روشن میں اپنی نمائش کی دیکھو تو رخ اور جمال الٰہی کتنے پردوں میں نہاں ہے پھر بھی سارا عالم اس سے روشن اور درخشاں ہے، مسلمان عورت کو اپنے اندر ایسے صفات کمالات اور حقیقی حسن و جمال پیدا کرنا چاہیئے کہ وہ پردہ میں رہ کر دنیائے انسانیت کو بھی فیض پہنچا سکے۔

ضمیر عصر حاضر بے نقاب است
کشادش در نوے رنگ و آب است
جہانتابی ز نور حق بیاموز!
کہ او باصد تجلی درجات است

ان کا عقیدہ ہے کہ مسلمان عورت اگر اس کے اندر صحیح اسلامی صفات ہوں تو وہ انسانیت کی محسن اور انسان کی مربی ہے خدا اس کی حفاظت کرے گا۔ اور انسانیت اس کی ہمیشہ محتاج رہے گی۔ تو میں آتی جاتی رہیں گی۔ تہذیبیں پھلتی پھولتی اور دم توڑتی رہیں گی ملک بستے اور اجڑتے رہیں گے لیکن مسلمان عورت انسانیت کا ایک ایسا درخت ہے جس کو کبھی خزاں نہیں، وہ ایک نکتہ کی بات کہتے ہیں، وہ مسلمان عورت سے کہتے ہیں کہ تیری صحیح جگہ زندگی کا شور و ہنگامہ نہیں اگر تو نے مرد کے دوش بدوش کھانے کمانے میں سرگرمی دکھائی تو تو ملت سے بے وفائی اور اپنے ساتھ ناانصافی کرے گی، تیرا فرض اور تیری سعادت تو یہ ہے کہ تو جگر گوشۂ رسولؐ زہرا بتولؓ کی طرح شوہر کے گھر کو آباد کر، اور اس کو اپنی توجہ اور دلچسپی کا مرکز بنا۔ اور وہاں بیٹھ کر ایسے فرزند کی پرورش کر جو مسلمانوں کی مشکل آسان کرے اور ملت پر قربان ہو جائے۔ آج اسلام کو حسنؓ حسینؓ جیسے فرزندوں کی ضرورت ہے اور یہ دولت مسلمان ماؤں ہی سے مل سکتی ہے۔

اگر پندے زدرد یشے پزیری
ہزار امت بیرو تو نہ میری
بتولےؓ باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرےؓ بگیری

اقبال کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے دن بدلنے اور نئے دور کے لانے میں مسلمان عورت بہت بڑا حصہ لے سکتی ہے اللہ نے اس کو ایسا قوی ایمان، ایسا دردمند دل، ایسی پرسوز آواز، ایسی پاک فطرت عطا فرمائی ہے کہ آج بھی مسلمان کے دل و دماغ میں وہ ایمان کی چنگاری روشن کر سکتی ہے۔ ان کو اسلامی تاریخ کا یہ واقعہ نہیں بھولتا۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کو ہر مسلمان عورت یاد رکھے۔ کہ ایک پاک باطن عورت کے قرآن پڑھنے نے اپنے زمانے کے مضبوط ترین انسان کے دل میں ہل چل پیدا کر دی تھی۔ اور ان کے منکروں کو اسلام کے نور اور ایمان کی حرارت سے بھر دیا تھا۔ اور امت اسلامیہ کو حضرت عمرؓ جیسا صاحب ایمان، صاحب عزم اور فاتح عالم عطا کیا جس سے اسلام کی ترقی اور قوت کا ایک نیا دور شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، یوں جاننے کو سب جانتے ہیں اور پڑھنے کو سب نے پڑھا ہے کہ حضرت عمرؓ جب شمشیر بکف اسلام کے خاتمہ کے لئے نکلے اور پہلے اپنی بہنؓ فاطمہ بنت خطاب کے گھر گئے تاکہ اپنے گھر سے اس کام کا آغاز کریں اور اپنی بہن اور بہنوئی کو اسلام قبول کرنے کی سزا دیں تو ان کی بہن کے قرآن پڑھنے کی آواز نے ان کے دل کو موم کر دیا اور اسلام ان کے دل میں اتر گیا، اقبال چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت درد و سوز اور تسخیر و تاثیر کی اس قوت

کو پہچانے اور اس سے پھر دنیا کے انقلاب کا کام لے۔ مسلمان عورت کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ خدا کے لئے ہماری شام غریباں کو پھر صبح امید سے بدل دے اور قرآن پھر اہل نظر کو پڑھ کر سنا۔ تجھے معلوم ہے کہ تیری قرأت کے سوز نے عمرؓ کی تقدیر بدل دی اور پھر اس سے دنیا کی تقدیر جس طرح بدلی اس کو سارا عالم جانتا ہے۔

ز شام ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہل نظر را
تو می دانی کہ سوز قرأت تو
دگر گوں کرد تقدیر عمرؓ را

(ماخوذ۔ اسلام میں عورت کا درجہ)

بقیہ: جنگ آزادی میں مدارس کا حصہ

کتاب کے اقتباسات ان واقعات سے متعلق ہیں جن میں انگریز نے مسلمانوں کو اپنا خاص نشانہ بنایا۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں نے انگریزوں کے ان حوصلوں کو پورا ہونے سے روکا کہ تمام صوبوں پر اور پھر ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اس لئے مسلمان ان کی نظر سے غدار تھے۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے یاد دلایا کہ سید احمد شہیدؒ سے قبل آزادی کے لئے کوئی آواز نہیں اٹھی تھی اور انھوں نے ہی ہندوؤں کو بھی مل کر آزادی حاصل کرنے کی دعوت دی تھی۔ جب مہاراجہ گوالیار کو اس نوعیت کا خط لکھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ آج حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جس کا جو حق ہے دیا جائے، انھوں نے اس معاملے کو بھی صاف کیا کہ مسلمان باہر سے آئے ہیں اور کہا کہ برہمن بھی باہری ہیں۔ مسلمان تو چند لاکھ باہر کے ہوں گے باقی یہیں کے ہزاروں برس سے رہنے والے مسلمان ہی ہیں۔

مولانا مجاہد الحسینی غازی پوری نے حصول آزادی میں مسلمانوں کے حصے کی تاریخ بہت ہی مدلل انداز میں بیان کی اور کہا کہ آزادی پانے کا مقصد یہ تھا کہ معاشی اور سیاسی نظام ہمارے لئے مفید ہو۔ انھوں نے کہا کہ آزادی کا نعرہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا تھا جس کے بعد رائے بریلی سے سید احمد شہیدؒ کا قافلہ نکلا۔

سیمینار میں ازہر یونیورسٹی کے اردو پروفیسر اور ایک مصری اسکالر شیخ جلال حفظاوی نے اپنی تقریر میں کہا کہ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے جتنا ہندوستان واقف ہے اتنا ہی عرب دنیا واقف ہے، جس نے ان کی جدوجہد آزادی کی قدر کی اور ہمدردی ظاہر کی۔

لکھنؤ کے چیف وارڈن شری شیوزائن اگروال نے اس موقع پر کہا کہ مسلمانوں پر جو شک کی نظر ڈالتے ہیں وہ صرف اپنی کرسی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں ایسی طاقتوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ انھوں نے مسلمانوں کے رول کو سراہا اور کہا کہ ان مدرسوں نے گنگا جمنی تہذیب کو فروغ دیا ہے۔

(بذریعہ انڈین نیوز سروس لکھنؤ)

ادب اسلامی کا سیمینار نیپال میں

دارالعلوم نورالاسلام جلپاپور کے ناظم مولانا محمد ایوب صاحب ندوی نے اطلاع دی ہے کہ انکے مدرسہ نے رابطۂ ادب اسلامی کے برصغیر کے دفتر کے مشورہ و تعاون سے مورخہ ۴-۶ ربیع ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۵-۱۷ اکتوبر ۱۹۹۹ء جمعہ تا اتوار "بچوں کا ادب" کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کرنا طے کیا ہے۔ اس کے لئے رابطہ کے تمام ارکان اور مدعوین خصوصی کو بھی دعوت نامے ارسال کئے ہیں۔ رابطہ کے ارکان نے خواہش مند ہیں کہ اگر کسی کو دعوت نامہ نہ پہونچے تو وہ اس اعلان کو ہی دعوت نامہ سمجھ سکتا ہے۔ مذاکرہ کے دوران صرف قیام و طعام کی ذمہ داری داعی کی ہوگی۔

داعی سے مراسلت کا پتہ:

مولانا محمد ایوب ندوی۔ ناظم دارالعلوم نورالاسلام جلپاپور

پوسٹ باکس: ۱، انروا بازار۔ سنسری۔ نیپال۔ فون: ۶۰۲۳۸، فیکس: ۶۰۲۱۶

نوٹ: ہندوستانی مدعوین کے لئے مقام اجلاس (جلپاپور) پہونچنے کا بہتری راستہ بہار کے شہر کٹیہار سے ہوتے ہوئے جوگبنی بارڈر ہے، جہاں استقبالیہ کے ارکان ریلوے اسٹیشن پر جمعرات کو ملیں گے، اور ہوائی راستہ براہ کاٹھمنڈو براٹ نگر ہے۔ براٹ نگر ایرپورٹ پر بھی جمعرات کے روز استقبالیہ کے ارکان موجود ہوں گے۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی
ایک شاہکار پیشکش
اُمّتِ مُسلمہ کے
رہبر اور مثالی اُمّت
از: ـــــــــ سید محمد رابع حسنی ندوی
صفحات ۲۰۶ سائز ۱۸×۲۲ قیمت ۸۰ روپئے
عمدہ کاغذ خوبصورت طباعت مجلد
ملنے کا پتہ: ندوی بک ڈپو۔ ندوہ لکھنؤ

مولانا قاضی محمد معین اللہ صاحب کی وفات پر

مدرسۃ الفلاح اندور میں تعزیتی جلسہ

تقریر : ——— مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء مولانا قاضی محمد معین اللہ صاحب کے حادثۂ وفات پر موجودہ نائب ناظم ندوۃ العلماء اور مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی، مولانا واضح رشید صاحب ایڈیٹر الرائد، عبدالعزیز صاحب ندوی نذرالحفیظ صاحب ندوی، محمد خالد صاحب غازیپوری ندوی، قاری محمد ریاض صاحب استاد شعبۂ قرأت کے علاوہ دیگر اساتذہ اور عملہ کے حضرات تعزیت کے لئے اندور تشریف لے گئے۔

اس موقع پر مولانا مرحوم ہی کے قائم کردہ مدرسۃ الفلاح میں ۲۹ اگست ۱۹۹۹ء کو تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مولانا سید محمد رابع ندوی صاحب نے تعزیتی تقریر فرمائی یہ تقریر تعزیتی ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانانِ ہند اور خصوصاً تعلیمی و تربیتی اور دعوتی کام کرنے والوں کے لئے اہم پیغام کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے ہم افادۂ عام کی غرض سے اس تقریر کو ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

ادارہ عزیز مکرم مولوی قاضی عبداللہ ندوی سلمہٗ فرزند ارجمند مولانا مرحوم کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے ٹیپ سے نقل کرکے یہ قیمتی تقریر ادارہ کو دی

(ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ ومن تبعھم ودعا بدعوتھم الی یوم الدین امابعد۔

حضرات! اس موقع پر میں آپ سے ہم کلام ہوں اور یہ یہاں پہلا مرتبع ہے کہ مولانا سید اللہ صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ موجود نہیں ہیں، اس سے پہلے میری جب بھی آمد ہوئی انہی کے کہنے سے اور انہی کے تقاضہ سے ہوئی، اور انہی کے خیال سے ہوئی۔ ظاہر ہے کہ ان کا خیال شخصی خیال نہیں تھا۔ اگرچہ ان سے میرے شخصی تعلقات ایسے ہی تھے۔ جیسے ایک خاندان کے ایک فرد سے دوسرے فرد کو ہوتے ہیں۔ اور وہ قدیمی تعلقات تھے اس زمانہ سے تھے جب وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، ان کا برابر ساتھ رہا۔ اگر شخصی بنیاد پر بھی یہ بات ہوتی تو یہ بات غلط نہیں تھی لیکن وہ دین کی خدمت کا اور علوم دین کی خدمت کا جو کام انجام دے رہے تھے اس کا تقاضہ ہوتا تھا کہ جو بھی اس کام کی قدر کرتے ہیں، اور اس کام کو اہمیت دیتے ہیں ان کی دعوت پر یہاں آئیں اور جو کام انھوں نے کیا ہے اس کو دیکھیں اور اس سلسلہ میں کوئی تعاون دے سکتا ہو تو وہ دے۔ مولانا معین اللہ صاحب ندویؒ کے متعلق آپ بہت کچھ جانتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ یہیں کے رہنے والے تھے، یہیں کے باشندے تھے تو آپ کو قریب کی معلومات ضرور ہوگی، لیکن ان کا بڑا وقت یہاں سے باہر گزرا، خاص طور پر لکھنؤ میں ان کی زندگی کا بڑا حصہ گذرا لکھنؤ جاکر انھوں نے اپنا پڑاؤ ڈال دیا تھا اس لئے ان کو محسوس ہوا کہ وہاں دین کی خدمت اور علوم دینیہ کی خدمت زیادہ بہتر طریقہ سے کرسکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہاں مواقع زائد تھے اس لئے انھوں نے وہاں اپنے کو کھپا دیا۔ لگا دیا، اور آخر عمر میں جب وہ بہت کمزور ہوگئے صحت بھی کمزور ہوگئی۔ اور ان کو اس کا بھی احساس ہوا کہ وطن کو بھی اپنی خدمت کا حصہ دیں تو یہاں انھوں نے یہ کام شروع کیا جو آپ کے سامنے اس مدرسہ کی صورت میں ہے۔ اور چونکہ یہاں کام تاخیر سے شروع کیا۔ اس لئے ابھی اس کا آغاز کہنا چاہیئے، لیکن اس کی جو بنیاد انھوں نے رکھی، اور جس وقت اسکو شروع کیا۔ اور جو اس کے عزائم تھے اور جو مقاصد تھے وہ برابر بیان کرتے رہتے تھے، اور لوگوں کو معلوم ہے، تو اس کو بنیاد بنایا۔ اور یہ بنیاد اتنی مضبوط اور اتنی اچھی بنیاد ہے، کہ اگر کام کرنے والے اس راہ پر چلتے رہے، تو انشاء اللہ یہ ادارہ ایک بڑا ادارہ بنے جائے گا۔ اور مسلمانوں کا کوئی ادارہ بھی ہوجاتا ہے وہ شروع میں کتنا ہی چھوٹا ہو، بڑا ہوکر وہ پھل

دیتا ہے۔ اس طرح کہ ایک چھوٹا سا پودا آپ زمین میں لگائیں، دیکھنے میں وہ انگلیوں کے سائز کا ہوگا جس وقت آپ لگائیں گے لیکن وہ تناور درخت بننے کے بعد اچھے اچھے پھل دے گا۔ اور اس سے دور دور تک کے لوگ فیض اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت طاقتور مخلوق بنایا ہے۔ مختلف میدانوں میں انسان جب ترقی کرتا ہے وہ اپنی صلاحیت کا ثبوت دیتا ہے۔ تو انتہائی بلندی تک پہنچ جاتا ہے اور اس میں جو انسان نہایت کامیاب اور بہت بلندی تک پہونچنے والے تھے ان میں سب سے پہلی صف انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ان کو اپنی ضرورت اور دعوت کیلئے انتخاب کیا کیونکہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے بہت ہی بلند تھے، بہت دور رس تھے، اور ان میں آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپ دیکھئے اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے اوپر ہے جبکہ دنیا کی کل تعداد چھ ارب ہے، اس میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً سوا ارب بنتی ہے یعنی مسلمان ۱/۶ ہیں پوری دنیا کی آبادی میں، اور ان کے ادارے بھی ہیں کارخانے بھی ہیں اور ان کی سیاست ہے وہ بااثر ہیں دنیا پر اثر انداز ہو رہے ہیں، یہ سب کس چیز کا نتیجہ ہے۔ اس ذات گرامی کی کوشش کا نتیجہ ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوشش نہ کی ہوتی تو آج یہ درخت نہ بنتا جو ہر طرف پھل دے رہا ہے۔ جیسے میں نے مثال دی کہ ایک چھوٹا سا پودا۔ منا سا پودا آپ لگاتے ہیں جس کو دیکھ کر تصور بھی نہیں کرسکتے کہ یہ کیا فائدہ دے گا، جب وہ تناور درخت بنتا ہے تو اسکی ایک ایک شاخ ایسی ہوتی ہے جس میں کئی کئی درخت سما جائیں اور پھر وہ جب پھل دیتا ہے ان پھلوں سے دنیا فائدہ اٹھاتی ہے، دور دور تک اس کا فیض پہونچتا ہے، اور آج کل کی زندگی میں آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کہاں کہاں کے پھل آتے ہیں، ہمیں دنیا کے مختلف حصوں سے پھل ملتے ہیں۔ یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوشش کی اور جو دین کا پیغام دیا اور شریعت جو دی۔ آج اس شریعت کا آپ اثر دیکھئے، کہ اس ٹوٹی پھوٹی حالت میں بھی مسلمان دنیا میں اس وقت مغلوب ہیں۔ اور ان کا مغلوب ہونا یہ ان کا حقیقی مقام نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو بتائیں جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے کتابوں کا، کہ مسلمانوں نے دوسری صدی ہجری سے لیکر ساتویں صدی ہجری تک دنیا کی نمبر ایک کی طاقت کی حیثیت سے زندگی گزاری ہے۔ دوسری صدی ہجری سے لیکر ساتویں صدی ہجری تک یعنی چھ سو سال دنیا میں مسلمانوں نے تنہا قائد اور تنہا طاقتور و رہبر کی حیثیت سے زندگی گزاری ہے۔ تاریخ دیکھئے بڑے بڑے مستشرقین بڑے بڑے اہل علم اس بات کے معترف ہیں کہ مسلمانوں کو چھ سو سال کا زمانہ ایسا ملا ہے کہ دنیا میں ان ہی نے قیادت کی ہے۔ ہر علم میں، زندگی کے ہر گوشہ میں مسلمان فائق تھے، طب میں، سائنس میں علوم دینیہ ہیں، علوم فلسفیہ ہیں اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں، اس میں مسلمانوں کو قیادت حاصل تھی۔ اور ان کو غلبہ حاصل تھا۔ اور یہ چند سال کی بات نہیں، بلکہ چھ سو سال انھوں نے ایسا زمانہ گذارا ہے، یورپ نے جو ترقی کی ہے اسکو تین سو سال ہوئے ہیں۔ یورپ کا جو تمدن شروع ہوا ہے صرف دو سو سال کی ان کی آپ تاریخ دیکھیں تو آپ کو ایسے حالات ملیں گے ہمارے ملک کے پسماندہ جو حصے ہیں، اور ملک کے جو پسماندہ طبقات ہیں جن کی کوئی تہذیب نہیں کوئی تمدن نہیں، وہ حالات آپ کو دو سو سال پہلے یورپ کے مختلف حصوں میں ملیں گے جو آج چوٹی تک پہونچے ہوئے ہیں تو ان کے تمدن کو تین سو سال ہوئے ہیں مسلمانوں نے چھ سو سال تنہا سب سے غالب قوم کی حیثیت سے زندگی گذاری ہے۔ اور غالب ہی نہیں بلکہ انھوں نے دنیا کو علم کی روشنی دی، اخلاق کی روشنی دی حتیٰ کہ سائنس کے اندر بھی لوگ ان کا تفوق محسوس کرتے ہیں، تو آج مسلمان جو پست ہیں، یہ ان کی پستی حقیقی پستی نہیں ہے بلکہ یہ دور پستی کا آیا ہے، بہت غلبہ اور بہت طاقت کے بعد یہ دور آیا ہے۔ یہ دور اس لئے آیا کہ مسلمانوں نے غفلت برتنا شروع کردی، اور تن آسانی میں لگ گئے اور ان مقاصد کی اہمیت کو انھوں نے سمجھنا چھوڑ دیا جن مقاصد کی اہمیت تھی، جن مقاصد کے بغیر انسان ایک طاقتور اور ایک غالب مخلوق کی حیثیت سے زندگی نہیں گذار سکتا جب اس سے انھوں نے غفلت برتی تو اس کا انجام یہ ہوا۔ اب مسلمانوں میں پھر شعور پیدا ہو رہا ہے، بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اگر یہ بیداری جاری رہی اور یہ شعور جاری رہا تو مسلمان پھر غالب قوم کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آسکتے ہیں، اسکے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اس لئے باعزت زندگی اسی کا نام ہے ورنہ بے عزت زندگی یہ ہے کہ دوسروں کے سہارے آدمی زندہ رہے۔ اور دوسروں کے سامنے دست سوال ہر چیز میں بڑھائے، یہ ذلت کی زندگی ہے۔ مسلمانوں کو اس ذلت کی زندگی سے نکل کر پھر عزت کی زندگی میں آنا چاہیئے لیکن یہ اسی وقت ہوگا کہ مسلمانوں میں صحیح شعور پیدا ہو اور مقصد کو وہ پہچانیں، مولانا سید اللہ صاحب کی زندگی ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ جس وقت جس علم کا

لکھنؤ گئے تھے اس وقت یہاں بالکل اندھیرا تھا۔ یعنی لوگوں کو علم دین کی طرف کوئی رغبت نہیں تھی عام طور پر لوگ اس سے بالکل غافل تھے یا بے توجہ تھے۔ اور کوئی تحریک نہیں تھی، مولاناؒ گئے اور انھوں نے وہاں پر تعلیم حاصل کی اس کے بعد وہ وہیں لگ گئے، پہلے پہلے تو تبلیغ و دعوت کے کام میں لگے رہے۔ اس کے بعد وہ تعلیم کے کام میں لگے رہے ہم آپ کو بتائیں چونکہ ہمارا ندوے سے تعلق ہے ذمہ دارانہ تعلق ہے کہ سینکڑوں مدرسے مولاناؒ کی کوشش سے قائم ہوئے، ہندوستان کے اندر جگہ جگہ انھوں نے کوشش کی کہ مکاتب قائم ہوں، قرآنی مکاتب قائم ہوں، دینی مکاتب قائم ہوں۔ اور وہ اپنی توانائی صرف کرتے رہے۔ اور لوگوں کو رغبت دلاتے رہے۔ بلکہ لوگوں کو بھیجتے رہے تم فلاں جگہ کی فکر کرو۔ تم فلاں جگہ کی فکر کرو۔ ایک تعلیمی سلسلہ چل گیا۔ اور ایک رجحان پیدا ہو گیا۔ علوم دینیہ کے حاصل کرنے کا، علوم دینیہ کی خدمت کرنے کا۔ اور اسی کا رنگ دیکھ رہے آپ اس مدرسہ کی شکل میں۔ اور جو مدارس آپ کے قریب میں ہوں گے۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ اس میں مولانا معین اللہ صاحبؒ کے مشورے کو دخل ہے یا ان کی سرپرستی کو دخل ہے، یا ان کی رغبت دلانے کو دخل ہے۔ ان چیزوں میں مولاناؒ کا بڑا حصہ ہے، مولاناؒ نے دینی تعلیم کے فروغ کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی اور اس کے نتائج بھی سامنے آئے، ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی زندگی صرف کر کے چلے گئے۔ اور نتائج بھی سامنے نہیں آئے بیشمار نتائج سامنے آرہے ہیں اور اس کا اجر مولانا معین اللہ صاحبؒ کو انشاء اللہ ملے گا۔ اس لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس طرح نیکی کرنے والے کو اجر ملتا ہے اسی طرح اس کو بھی اجر ملتا ہے جو نیکی کرنے پر آمادہ کرے۔ نیکی کرنے پر آمادہ کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملتا ہے تو جو مدارس ان کے کہنے سے قائم ہوئے جہاں بھی دینی تعلیم کا جو جذبہ اور شوق نظر آتا ہے ان کی کوشش کے نتیجہ میں ان کا ثواب بھی ان کو ضرور ملتا ہوگا، وہ اپنے لئے بہت بڑا ذخیرہ آخرت کے لئے الحمد للہ کر کے لے گئے ہیں لیکن ہمارے سامنے مثال چھوڑ کر گئے ہیں۔ اور یہ بتا کر گئے ہیں کہ تم لوگوں کو اس بات کی فکر کرنی چاہیئے، ہندوستان میں مسلمان آپ جانتے ہیں کہ اقلیت میں ہیں، حکومت پر ان کا کوئی قابو نہیں ہے، حکومت کے قوانین سازی میں مسلمان زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکتے اس لئے یہاں کی زندگی وہ زندگی ہوگی جس کو اکثریت طے کرے گی یہاں قوانین وہ بنیں گے جس کو اکثریت طے کرے گی اب ضروری نہیں کہ اکثریت کے تیار کردہ قوانین۔ اور وہ اصول ہم سے بالکل عین مطابق ہوں، یا ہماری مصلحت کے مطابق ہوں یہ ضروری نہیں ہے ہم کو اپنے حالات کا خود جائزہ لینا پڑے گا۔ اور اپنی کمی کو محسوس کرنا پڑے گا۔ اور جو ہم میں کمی ہے، اور جس سے خطرات ہیں کہ ہماری قوم پیچھے رہ جائے گی ہماری قوم مغلوب ہو جائے گی، ہماری قوم بے مزاج ہو جائے گی۔ ان حالات کا ہمیں جائزہ لینا چاہیئے۔ اور ان کے ازالہ کی جو کوشش ہو سکتی ہے وہ کرنی چاہیئے، اور یاد رکھئے کہ انسانی نسل کی تیاری میں اور انسانی نسل کو بہتر بنانے میں اور اس کو طاقتور اور اس کو باصلاحیت بنانے میں تعلیم کا بڑا اثر پڑتا ہے، تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، انسان سازی میں۔ انسان کو بنانے میں، انسان میں صلاحیت پیدا کرنے میں تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اس فلسفہ کو یورپ نے سمجھا، جب سے یورپ نے اس فلسفہ کو سمجھا ہے۔ اس وقت سے وہاں ترقی ہوئی ہے، آپ یورپ کی تاریخ کا جائزہ لیں جس کو لوگ اس مرعوبیت کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ جیسے کوئی فرشتے آسمان سے آئے ہیں یا غیر معمولی طاقت کے لوگ ہیں، ہم لوگ ایسے نہیں ہو سکتے۔ ان لوگوں کی تاریخ آپ دیکھئے ابھی صرف دو سو سال پہلے کی تاریخ دیکھ لیجئے وہاں تعلیم کا فروغ نہیں تھا۔ اور تعلیم کا اہتمام نہیں تھا تو وہ لوگ کتنے پیچھے تھے۔ اور انھوں نے اس بات کو پکڑ لیا کہ بچہ بچہ کو ہمیں تعلیم دینا ہے، کوئی ایک فرد ایسا نہ ہو جو تعلیم یافتہ نہ ہو۔ اس پر انھوں نے محنت کی اور اپنے ہر فرد کو تعلیم یافتہ بنا دیا چنانچہ ایک ایسی طاقت پیدا ہو گئی اور ایسے کامیاب اوزار پیدا ہو گئے کہ جس سے سوسائٹی کو معاشرہ کو بلکہ دنیا کو اٹھایا جا سکتا ہے اور ترقی کی راہ پر چلایا جا سکتا ہے۔ تعلیم کو تو اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت بتائی گئی ہے وہ معلم کی صفت ہے۔ آپ کی جو اور صفات ہیں، آپ معلم بھی ہیں، مرشد بھی ہیں، مربی بھی ہیں۔ اور بہت سی خصوصیات ہیں لیکن سب سے اہم خصوصیت جو بتائی گئی ہے کہ آپ معلم ہیں یعلمھم الکتاب والحکمۃ کہ آپ تعلیم دیتے ہیں، تعلیم دینا آپ کی بنیادی صفت بتائی گئی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ تعلیم کو اگر دیکھیں تعلیم کے فلسفہ کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ تعلیم ہی انسان کو بناتی ہے، انسان میں صفات پیدا کرتی ہے انسان میں طاقت پیدا کرتی ہے، انسان میں صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ انسان میں اگر صلاحیت پیدا ہو جائے تو دنیا میں وہ انقلاب لے آتا ہے آپ انسانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، بعض وقت ایک ایک انسان نے پورے ملک کو بدل دیا ہے۔ پورے ملک کا ایک ایک انسان نے نقشہ بدل دیا ہے، مزاج بدل دیا ہے۔ اخلاق بدل دیا، اور صلاحیتیں بدل دیں، ایک آدمی جب لگ گیا ساری توانائی اس نے صرف کر دی اور وہ وسائل اختیار کئے جس سے انسانوں کی تشکیل ہوتی ہے۔

جس سے انسانوں کی تعمیر ہوتی ہے تو دنیا میں وہ انقلاب لے آیا۔ ہندوستان میں آپ دیکھئے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد ہے ۱۵ کروڑ ۱۶ کروڑ بعض لوگ ۲۰ کروڑ بتاتے ہیں۔ اور ہندوستان کی آبادی میں ۱/۵ مسلمان ہیں، پاکستان کو چھوڑیئے، بنگلہ دیش کو چھوڑیئے، تنہا ہندوستان میں یہ تعداد کیسے بنی یہ باہر کے لوگوں کی نہیں بتایا جاتا ہے کہ باہر سے آنے والے صرف ۳۰ - ۴۰ ہزار آدمی تھے آج بیس کروڑ آدمی ہیں۔ یہ کہاں سے آئے ہیں۔ یہ یہیں کے لوگ ہیں، لیکن کیسے ہیں۔ ایک علاقہ میں ایک آدمی بیٹھ گیا پورے علاقہ کو اس نے بدل دیا، اپنے اخلاق سے اپنی رہنمائی سے، اپنی تعلیم و تربیت سے پورے پورے علاقہ کو بدل دیا۔ کئی علاقے ایسے ہیں جن کا صاف صاف نام لیا جا سکتا ہے، کشمیر ایک آدمی کی تگ و دو سے ہوا ہے، ایک آدمی نے جو دورے کئے اور لوگوں کی رہنمائی کی پورا کشمیر ایک آدمی شیخ علی ہمدانی کا نتیجہ ہے اور پنجاب کا بہت بڑا حصہ شیخ علی متقی کی کوششوں کا نتیجہ ہے تو ایک آدمی کیا کر سکتا ہے اگر اس کا آپ جائزہ لیں تو حیران رہ جائیں گے۔ ایک آدمی پورے پورے علاقہ کو بدل دیتا ہے۔ پوری دنیا کو بدل دیتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو بدل دیا، اور جو کمی ہے وہ ہم لوگوں کی وجہ سے ہے، ہم لوگوں نے آپ کی دعوت کو پہونچانے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی، ہم غفلت میں بیٹھے رہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں پر ذمہ داری چھوڑ کر گئے۔ اور یہ بتا کر گئے کہ ہمارے بعد آنے والوں کو اس کام کو پورا کرنا ہے، جو کچھ کوتاہی نظر آتی ہے وہ ہماری کوتاہی کی وجہ سے ہے، آپ نے جو کام کیا، کتنے زبردست طریقہ پر کیا۔ ہم نے آپ کو بتایا کہ مسلمانوں نے چھ سو سال طاقتور، غالب اور ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ قوم کی طرح زندگی گذاری ہے، دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ اس زمانہ میں نہیں کر سکتی تھی، نہ طاقت میں، نہ علم میں، نہ صنعت میں، نہ سائنس میں، کتابوں میں سب موجود ہے، یہ ہمارا دعویٰ نہیں ہے بلکہ یورپ کے لوگ اس کے معترف ہیں، یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نتیجہ تھا، آپ نے تعلیم کی طرف توجہ دلائی، آپ نے پڑھنے لکھنے کی طرف توجہ دلائی، آپ نے عمل کرنے اور جد و جہد کرنے کی طرف توجہ دلائی اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے یہ مقام حاصل کیا۔ لوگوں نے اس بات کو مانا، اور جو نہیں مانیں گے ظاہر ہے وہ پستی میں چلے جائیں گے جس طرح انسان ترقی کر سکتا ہے اسی طرح پستی میں بھی جا سکتا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے انسان کی اہمیت کو بتایا ہے انسان میں سے ایک انسان بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں سارے انسانوں کا نمائندہ ہے، فرمایا کہ اگر انسان ایک انسان کی جان لیتا ہے تو گویا اس نے ساری انسانیت کی جان لی۔ اگر ایک انسان کو باقی رکھا ہے تو گویا ساری انسانیت کو باقی رکھا ہے۔ اس لئے کہ ایک انسان ساری انسانیت کا ہدایت دینے والا اور رہنمائی کرنے والا اور بنانے والا بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر یہ صلاحیت رکھی ہے کہ اپنے کو ترقی دے تو کہاں سے کہاں پہونچ سکتا ہے اور کتنے لوگوں کو متأثر کر سکتا ہے۔ اور اتنی بڑی دنیا کو متأثر کر سکتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت دی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ ہم اس طاقت کو پہچانیں اور اس کے مطابق کام کریں۔ آپ کے سامنے مولانا معین اللہ صاحبؒ کی اعلیٰ مثال ہے آپ ان کی زندگی کے حالات کو ٹھیک سے جاننے کی کوشش کریں تو دیکھیں گے کہ انھوں نے کتنی محنت کی ہے۔ اور اس محنت کا صلہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے کہ ان کی وجہ سے لوگوں کو بہت فیض پہنچا پورے ہندوستان میں اس کے اثرات پڑے اور آپ کے علاقہ میں بھی پڑے اور جگہ جگہ مکاتب اور مدارس قائم ہوئے۔ اس میں ان کا بڑا حصہ ہے اور انھوں نے اتنی بڑی خدمت انجام دی۔

اب ان کے ماننے والوں اور ان سے تعلق رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کام کو آگے بڑھائیں اور نئی جگہوں پر اور نئے علاقوں میں اس کام کو شروع کریں۔ اس بات کو سمجھتے ہوئے کہ تعلیم کی بڑی اہمیت ہے۔ دنیا کی تعلیم کی اہمیت دنیا کے اعتبار سے دین کی تعلیم کی اہمیت دین کے اعتبار سے، دین کو آپ جانتے ہیں۔ دین اس بات کا نام ہے کہ اپنے پروردگار کو پہچانا جائے اور اس کے حکم کے مطابق زندگی گذاری جائے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو جانا جائے۔ اور جاننے کے بعد اس پر عمل کیا جائے۔ یہ دین ہے تو دین کی تعلیم بھی ہم کو حاصل کرنا چاہیئے اپنے دین کو سنوارنے کے لئے۔ اور دین کے سنوارنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہو اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہو۔ آخرت جس پر غیر مسلم ایمان نہیں رکھتے، لیکن مسلمانوں کے یہاں آخرت بنیادی چیز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ یہ زندگی ختم نہیں ہوتی مرنے کے بعد بلکہ دوسری زندگی ہوتی ہے جو لامتناہی ہے، نہ ختم ہونے والی ہے۔ آپ حساب ہی نہیں لگا سکتے۔ کہ کب تک چلے گی، اس زندگی کا فائدہ نقصان اس زندگی سے جوڑ دیا ہے۔ اس زندگی کو دار العمل بنایا ہے۔ اس زندگی کو دار الجزاء بنایا ہے جو جیسا کرے گا۔ ویسا وہاں پائے گا۔ تو دین ہم کو بتاتا ہے کہ ہمیں آخرت کی بھی فکر کرنی چاہیئے، لیکن اسلام وہ دین ہے کہ جو دنیا سے بے تعلقی کو نہیں بتاتا۔ اور مذاہب میں آپ یہ دیکھیں گے کہ دین کی بات کا مطلب ہے کہ دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ، یا دنیا کی فکر نہ کرو۔ صرف دین کی فکر

کرو۔ اسلام تنہا وہ مذہب ہے دنیا میں کہ وہ دونوں زندگیوں کو بنانے اور سنوارنے کا حکم دیتا ہے۔ اپنی دنیا بھی بناؤ اور اپنا دین بھی بناؤ۔ یہ نہیں ہے کہ دین بناؤ اور دنیا چھوڑ کر۔ اور دنیا بناؤ دین چھوڑ کر، یہ تو بڑی بیوقوفی کی بات ہے، دین یہ تو کہتا ہی ہے کہ اس سے بچو، لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ اپنی دنیا بھی بناؤ اور دین بھی بناؤ اس سے زیادہ جامعیت بات اور کوئی ہو نہیں سکتی۔ انسان کے اس دنیا کے معاملات کو بھی درست کیا جائے۔ اور آخرت کے معاملات کو بھی درست کیا جائے اور مسلمان کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اس ذہن کو پیدا کرے اور یہ شعور بڑھائے اور لوگوں کو اس راہ پر چلائے تاکہ ساری انسانیت کو فائدہ پہونچے اس لئے کہ جب ہم اس دنیا میں باصلاحیت قوم نہیں بنیں گے۔ اور ایک عمل کرنے والی قوم بنیں گے اور فائدہ پہونچانے والی قوم نہیں بنیں گے تو ساری انسانیت کو فائدہ پہونچے گا، ہماری ترقی سے، ہمارے عمل سے ساری دنیا کو فائدہ پہونچتا ہے، مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ سارے انسانوں کی فکر کرو اپنی فکر نہیں بلکہ سارے انسانوں کی فکر کرو، ان کی اصلاح و فلاح کی فکر کرو۔ ان کے آرام و راحت کی فکر کرو حتیٰ کہ ایک موقع پر آپ نے کہا کہ پرندوں کے ساتھ اور جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ثواب ملے گا فرمایا ہاں، کوئی بھی ذی حیات ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کروگے تو ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ وہ واقعات موجود ہیں کہ ایک بلی کو باندھ دینے سے اور ایذا دینے سے عذاب جہنم ملا۔ اور ایک نے پیاسے کتے کو پانی پلا دیا تو اس کی مغفرت ہوگئی۔ تو اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ ہم تو ساری انسانیت کو فائدہ پہونچانے والے ہیں اور ساری انسانیت کو راہ دکھانے والے ہیں، اور ساری انسانیت کو راحت پہونچانے والے ہیں۔ اور یہ بات تنہا اسلام میں ہے اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم وہ بات سیکھیں، وہ اخلاق سیکھیں۔ اور وہ بہت اپنے کر اپنے اندر پیدا کریں

بھی فائدہ پہونچائیں۔ دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی یہ بات یاد رکھنے کی ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ ہم صرف دنیا کو ہی نہیں بلکہ آخرت کو بنیاد بنائیں آخرت کو بنانے کی فکر کریں۔ اور دنیا کو بنانے کی فکر کریں۔ صرف اپنے ہی لئے نہیں بلکہ ساری انسانیت کو فائدہ پہونچانے اور ان کو راہ راست پر لانے کی فکر ترقی دیجئے۔ اور گھنے درخت بنا دیجئے۔ اور بالکل بنا دیجئے کہ ان کے پھلوں سے آپ کے علاقہ کو ہی فائدہ نہ پہونچے بلکہ دور دور تک فائدہ پہونچے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنا نمونہ آپ کے سامنے چھوڑ کر گئے ہیں مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے نمونے پائے جاتے رہے ہیں کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راہ پر ساری امت کو ڈالا ہے۔ تو ان کی امت کے جو لوگ باشعور تھے۔ ان کو اس کا احساس ہوا۔ انھوں نے اس راہ کو اختیار کیا اور اپنی طاقت کے مطابق اور اپنی صلاحیت کے مطابق کوششیں کیں تو اس کے ثمرات سامنے آگئے۔ اب آپ لوگ جو کوششیں کریں گے اس کے ثمرات آئندہ آئیں گے۔ آپ جو کوشش کریں گے آپ کی اولاد اس سے فائدہ اٹھائے گی۔ اور آپ کی اولاد جو کوشش کرے گی وہ ان کی اولاد اس سے فائدہ اٹھائے گی۔ اگر آپ کوشش نہیں کریں گے تو آپ کی اولاد محروم رہے گی۔ آپ چاہے اچھے ہوں، آپ کی اولاد اچھی نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جب تک انسان سازی نہ کی جائے انسان کو بنایا نہ جائے، تعلیم نہ دی جائے انسان بنتا نہیں ہے۔ اس کو سب سکھانا پڑتا ہے اس کو سب بتانا پڑتا ہے، آپ کے ہمدردوں نے اور بڑوں نے جو محنت کی تھی اس کا نتیجہ آپ کے اخلاق، آپ کے عادات ہیں اور آپ جو محنت کریں گے آپ کی اولاد اس سے فائدہ اٹھائے گی۔ اور

خاص طور سے اس ملک میں اپنی اولاد کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر کوتاہی کریں گے تو اس کا نقصان آپ کی اولاد کو ہوگا۔ اور یہ نہ دیکھئے کہ حکومت کیا کر رہی ہے، حکومت تو ظاہر ہے اپنے مصالح کے مطابق کرے گی۔ اس کو ہم کچھ نہیں کہتے اس لئے کہ اکثریت کی حکومت اکثریت کا خیال کرتی ہے تو ہمیں اپنی ذمہ داری خود سنبھالنی ہے۔ اس کے لئے اگر ہمیں محنت کرنی پڑے، ریاضت کرنی پڑے، کچھ قربانیاں دینی پڑیں تو دینا چاہئے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسل مسلمانوں کی بہتر نسل ہو، باصلاحیت نسل ہو، کامیاب نسل ہو، اور صحت مند نسل ہو۔ اور ہر چیز سے آراستہ نسل ہو۔ میں اتنی باتوں پر اکتفا کرتا ہوں، مولانا معین اللہ صاحبؒ کے حالات معلوم کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے آپ لوگ زیادہ جانتے ہیں اگر ہم اس کو تفصیل سے بیان کرنا چاہیں جو ہمارے علم میں ہے تو اس کیلئے زیادہ وقت چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کو لگا دیا، دین کے کاموں کے لئے اور علم دین کے لئے اور دین کی اشاعت کے لئے اور دینی فضا قائم کرنے کے لئے اور دینی علوم کے فروغ کے لئے انھوں نے اپنی زندگی کو لگا دیا۔ اس مہم کو آپ لوگ جاری رکھئے اور اس سے خود بھی فائدہ اٹھائیے۔ اور دوسروں کو فائدہ پہونچائیے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے۔ اور ان کی محنتوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ اور ان کے نمونہ پر لوگوں کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

رابطہ ادب اسلامی دہلی کا طرحی مشاعرہ

۱۰ اگست ۱۹۹۹ء جامعہ نگر دہلی کے دارالقضا ہال (واقع اوکھلا) میں رابطہ ادب اسلامی دہلی کی جانب سے ایک یادگار طرحی مشاعرہ ہوا جس میں راجدھانی کی دانش گاہوں کے اساتذہ و طلبہ نے عظیم پیمانے پر شرکت کی۔ صدر جلسہ پروفیسر ریحان احمد فاروقی (جلالی کسی سے بعت میں کیا لیا میں نے) کی طرح پر طبع آزمائیاں پیش کیں۔

مولانا عبدالواحد ندوی کی تلاوت کلام پاک کے بعد رابطہ کے صدر پروفیسر سید محمد ابتہاج ندوی اور ناظم اجتماعات پروفیسر شفیق احمد خاں ندوی نے حکیم عبدالحمید مولانا شمس پیرزادہ اور مولانا ریحان الدین قاسمی کے وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے مرحومین کے اوصاف بیان کئے اور دعائے مغفرت کی اس کے بعد عمیر منظر، ڈاکٹر احمد محفوظ، ضوان اللہ فاروقی، امین احمد صدیقی، پروفیسر شیث محمد اسمٰعیل اعظمی، ڈاکٹر ہلال احمد جناب نظیر برنی اور پروفیسر ریحان احمد فاروقی نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ اہم شرکاء میں پروفیسر علاء الحسن آزاد فاروقی (ڈائرکٹر ڈاکٹر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ) ڈاکٹر ولی اختر (ڈیکچرر دہلی یونیورسٹی) ڈاکٹر محمد ایوب (ایڈیٹر عربی جلسہ) اور ڈاکٹر حبیب اللہ خاں (لیکچرر عربی جامعہ) کے نام شامل ہیں۔ صدر جلسہ پروفیسر ریحان احمد فاروقی کے صدارتی کلمات پر مشاعرہ اختتام پذیر ہوا۔

پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شعبۂ عربی کے صدر مقرر

جامعہ ملیہ کے رجسٹرار اور وائس چانسلر کے ایک آفس آرڈر کے بموجب پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی کو تین سال کے لئے جامعہ کے شعبۂ عربی کا نیا سربراہ مقرر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ندوہ کے علاوہ ہندو بیرون ہند کی متعدد یونیورسٹیوں کے تربیت یافتہ بھی ہیں اور بیرون ہند کی کئی یونیورسٹیوں میں تعلیم و تدریس کا کام بھی انجام دے چکے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

کی سرپرستی میں

مجلس محدث و نشریات ندوۃ العلماء کا سہ ماہی انگریزی مجلہ

The Fragrance of East

"فریگرینس آف ایسٹ"

الحمد للہ بامندی سے شائع ہو رہا ہے۔

اہل علم حضرات سے تعاون کی اپیل ہے، اپنے مضامین ایڈیٹر فریگرینس کو بھیجنے کی زحمت فرمائیں اور اس مجلہ کو زیادہ سے زیادہ اہل علم حضرات تک پہونچانے میں تعاون فرمائیں

زر سالانہ مبلغ ۱۵۰/- مندرجہ ذیل پتے پر بھیجیں

فریگرینس آف ایسٹ، دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۸

ایک اور چراغ بجھ گیا

مولانا قاضی معین اللہ صدیقی ندویؒ نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا سانحۂ وفات

قاضی عبدالقدوس فاروقی

مولانا قاضی معین اللہ صدیقی ندویؒ کا ۲۳ اگست ۱۹۹۹ء کو صبح ۳ بجکر ۴۵ منٹ پر ایک طویل علالت کے بعد تقریباً اسی سال کی عمر میں بعد ادائے نماز تہجد ان کے وطن ثانی اندور میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا کی پیدائش اپنے آبائی وطن قصبہ امجھیرہ ضلع دھار (ایم۔ پی) میں غالباً ۱۹۱۹ء میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے امجھیرہ میں اور دھار، دیپالپور کے سرکاری اسکولوں میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کی دلی تمنا تھی کہ اپنے دونوں بیٹوں معین اللہ صاحب اور چھوٹے لڑکے نور اللہ سلمہٗ کو دینی تعلیم دلوائیں۔ چنانچہ دونوں بھائیوں کا داخلہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں کروادیا اور اس اس کے بعد ان کا انتقال ۱۹۳۵ء میں ہوگیا۔

مولانا معین اللہ صاحب نے عزیز نور اللہ سلمہٗ کو ندوہ سے فراغت کے بعد طبیہ کالج جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں داخل کروادیا۔ اپنی تعلیم کے آخری سال میں انھیں تپ دق کا مرض لاحق ہوگیا۔ اندور میں علاج معالجہ کے بعد ۱۹۵۰ء میں بمقام دھار ان کا انتقال ہوگیا۔

ندوہ سے فراغت کے بعد مولانا معین اللہ صاحبؒ دہلی نظام الدین میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی تبلیغی تحریک سے وابستہ رہے اس کے بعد اپنے استاد محترم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی معیت میں تبلیغی سفر سعودی عرب، عراق، شام اور مصر کے کئے اور تین سال میں ہندوستان واپسی ہوئی۔ اسی دوران ان کے برادر خورد مولوی حکیم نور اللہ اور ان کے دو کمسن لڑکوں کا انتقال ہوگیا اس سانحہ پر حضرت مولانا نے صبر و شکر سے کام لیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔

حجاز سے امجھیرہ واپسی پر کچھ عرصہ دیپالپور اور امجھیرہ میں مقیم رہے اور مالوہ کے اس علاقہ میں تبلیغی جماعتوں کی تشکیل فرمائی بعد میں لکھنؤ پہونچ کر ندوہ سے منسلک ہوگئے اور وہاں تدریسی، تبلیغی و تصنیفی کاموں میں مشغول ہوگئے اور حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم کی رہنمائی میں تادم آخر ندوۃ العلماء کی خدمت انجام دیتے رہے انھوں نے اپنی زندگی ندوہ کے لئے وقف کردی تھی۔ راقم سے خصوصی تعلق تھا ان کے ایماء پر ہی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ اور ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ العالی سے شرف بیعت حاصل کرسکا۔

۱۹۹۶ء میں وہ اندور تشریف لائے، اہلیہ عرصے علیل چل رہی تھیں اندور پہونچ کر مرض نے شدت اختیار کرلی اور ایک سال کی طویل علالت کے بعد ۱۰ جون ۱۹۹۷ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ اہلیہ کے انتقال کے صدمہ میں مولانا بہت ٹوٹ گئے اور علیل رہنے لگے، آنکھوں کا آپریشن کروایا۔ مدرسۃ الفلاح کے مہمان خانہ میں گرنے سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، عزیزوں کے اصرار پر اس کا آپریشن کروایا۔ بعد میں پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے (PROST RALE GLAND) کا آپریشن کروایا۔ ان سب مرحلوں سے گذرنے کے سبب مولانا بہت کمزور ہوگئے اور چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے اسی حالت میں ندوہ میں رد قادیانیت کے موضوع پر ہونے والے عالمی جلسہ میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ کا سفر بھی کیا۔ آخری وقت میں گوشہ نشین ہوگئے تھے اور ہر لمحہ یاد الٰہی اور ذکر و اذکار میں گذرتا تھا اور عام طور پر عوام سے ملنا جلنا بند کردیا تھا۔ ۲۲ اگست کو حاجی محمد بھائی بمبئی سے عیادت کے لئے آئے تھے ان سے بہت دیر تک بات چیت کرتے رہے، رات میں بارہ بجے نیند کھلی تو معلوم کیا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھی یا نہیں پھر شب میں ۲ بجے اٹھے وضو کیا نماز تہجد ادا کی اس کے بعد کچھ کھایا اور یکایک جانکنی طاری ہوگئی اور چند لمحوں میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ آخر لمحہ تک کوئی فرض یا نفل نماز قضا نہیں ہوئی۔

پسماندگان میں تین لڑکیاں اور چار لڑکے حافظ عبیداللہ، مولوی یحییٰ ندوی، مولوی عبداللہ ندوی اور عطاء اللہ ندوی ہیں، مولوی ہارون ندوی بڑے داماد ہیں۔ ماشاء اللہ سب صاحب اولاد ہیں۔ انتقال کے وقت مولوی یحییٰ سعودی عرب میں اور مولوی عطاء اللہ ندوی اور ان کی بڑی بہن لکھنؤ میں تھے۔

انتقال کی خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی تدفین کا وقت بعد نماز ظہر طے کیا گیا۔ صبح

۱۰ بجے سے لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔ اندور کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد، اطراف کے شہر دیپالپور امجھیرہ، دھار، مناور، اجین، بھوپال، دیواس، انہیل اور دیہاتوں سے آگئی۔ نماز ظہر کے لئے مسجد اور باہر صحن میں صفیں بنانا پڑیں، قریب ۲½ بجے مدرسۃ الفلاح کے صحن میں نماز جنازہ ہوئی جو ان کے صاحبزادے مولوی عبداللہ ندوی نے پڑھائی۔ جنازہ میں اس قدر بھیڑ تھی کہ آزاد نگر کے قبرستان تک پہونچنے میں قریب ایک گھنٹہ لگا اور بیشتر لوگ جنازہ کو کاندھا نہ دے سکے اور قریب ۵ بجے شام کو تدفین سے فارغ ہوئے۔

مالوہ کا یہ علاقہ جو کبھی علم و فن کا گہوارہ اور بخارا و سمرقند کا ہم پلہ رہ چکا ہے گذشتہ تین سو سال سے اپنی خصوصیت کھو چکا ہے یہاں کے ابتر حالات سے مولانا معین اللہ صاحبؒ بڑے متفکر رہتے تھے۔ انھیں اس علاقہ سے والہانہ لگاؤ تھا کیونکہ یہ ان کا اور ان کے اجداد کا وطن تھا۔ اور یہاں کی دینی اور تعلیمی ترقی میں ان کے اجداد کا بڑا حصہ رہا تھا۔ آپ اسی علاقہ کے بچوں کو وقتاً فوقتاً لکھنؤ لے گئے اور انھیں ندوہ اور دوسرے دینی اداروں میں داخل کروایا اور مالوہ میں ندویوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہوگئی ان کے شاگردوں میں خاص طور سے مولوی حافظ ابوالبرکات صاحب ندوی، مولانا سراج الرحمٰن ندوی، مولوی ولی اللہ ندوی، حکیم فضل اللہ ندوی اور ان کے علاوہ بہت سے ندوی سرکاری اسکولوں میں ملازم ہیں

اس کے بعد مالوہ علاقہ میں مدارس کے قیام کا سلسلہ جاری کیا۔ اندور کے آزاد نگر میں ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر مدرسہ، دارالاقامہ اور مسجد تعمیر کروائی۔ مدرسہ الفلاح کی بنیاد رکھی جس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے یہاں ندوہ کا تعلیمی کورس اور شعبہ حفظ قائم ہے۔ لڑکیوں کے مدرسہ کی عمارت زیر تعمیر ہے۔ علاقہ کے دیگر قصبوں اور دیہاتوں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے مدارس قائم کروائے ان میں مناور، امجھیرہ، زیرآباد، دیپالپور سانیتر، مونڈلہ، انہیل، داناپور، جوبٹ وغیرہ ہیں اگر مولانا کی زندگی وفا کرتی تو اس پورے علاقہ میں دینی تعلیم اور اصلاح معاشرہ کا کام بڑے پیمانہ پر پھیلتا۔ اب مولانا کے شاگردوں کا فرض ہے کہ وہ اس مشن کو آگے بڑھائیں۔

مولانا معین اللہ ندویؒ کو مالوہ کے مسلم دور حکومت کی تاریخ اور مانڈو دھار کے آثار قدیمہ سے بڑی دلچسپی تھی، دارالسلطنت مانڈو دھار ان کے اجداد کا وطن اور ان کی تعلیمی و روحانی سرگرمیوں کا مرکز رہا تھا۔ مجھ سے بار بار اصرار کرتے تھے کہ مالوہ کے مسلم دور حکومت کی تاریخ تیار کرو حالانکہ یہ میری لاعلمی کی وجہ سے ممکن نہیں تھا مگر ان کی رہنمائی کوششوں اور دعاؤں کے طفیل میں مالوہ کی تاریخ مرتب کرسکا جس میں کتاب کی ترتیب سے لے کر اس کی اصلاح کتابت اور طباعت میں ان کی پوری کوشش رہی ورنہ میرے لئے یہ ممکن نہیں تھا کتاب کی دوسری جلد جس میں مالوہ کے علماء اور مشائخ کے تذکرے ہیں باوجود مکمل ہونے کے ان کی زندگی میں شائع نہ ہوسکی اس کا مجھے افسوس ہے میں نے ان کے خاندان کی تاریخ بھی مرتب کی ہے۔

سلسلہ نسب

مولانا معین اللہ ندویؒ کے جد امجد خواجہ قاضی محمود بن خواجہ کمال الدین قاسم بن خواجہ شیخ نصیر الدین فتح اللہ بن خواجہ شمس الدین نصر اللہ بغدادی ہیں۔ شیخ نصر اللہ کے چھٹے دادا شیخ شہاب الدین سہروردی بانی سلسلہ سہروردیہ ہیں جو امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ کی اولاد سے چودھویں پشت میں ہیں۔

حضرت خواجہ شیخ شمس الدین نصر اللہ بغدادی کے صاحبزادے خواجہ شیخ نصیر الدین فتح اللہ نے تلاش مرشد کامل بغداد سے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ شرق الہند میں جونپور سلطنت کا ایک شہر بہار نام کا ہے وہاں آکر قیام فرمایا۔ ان کی وفات کے وقت ان کے صاحبزادے خواجہ کمال الدین محمد قاسم موجود نہیں تھے۔ فقراء اور حاضرین نے دریافت کیا کہ خواجہ کمال الدین کے لئے کوئی وصیت فرمائیں آپ نے وصیت فرمائی آپ کا مدفن جونپور میں ہے۔

حضرت خواجہ کمال الدین جونپور سے احمد آباد تشریف لے آئے اور حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد بیعت کے ان کی خدمت میں رہنے لگے احمد آباد ہی میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

خواجہ کمال الدین محمد قاسم کے دو صاحبزادے تھے ایک خواجہ ابوالفتح عبداللہ سیاح (درویش کاملین گذشت) اور دوسرے خواجہ محمود تھے جو اپنے دادا شیخ نصیر الدین فتح اللہ کے مزار کی زیارت کے لئے جونپور تشریف لے گئے وہاں جد امجد کی خواہش پر مانڈو کا سفر اختیار کیا۔ مانڈو میں سلطان محمود خلجی اول (۵۸۳۹ھ / ۵۸۷۳ھ مطابق ۱۴۳۹ء سے ۱۴۶۹ء) کا دور حکومت تھا۔ سلطان نے خواجہ محمود کا بڑا اعزاز و اکرام فرمایا۔ آپ کی علمی فضیلت اور تقویٰ کے مدنظر آپ کو پرگنہ امجھیرہ (مضافات مانڈو) کا منصب قضاء عطا فرمایا اور معاش کے لئے موضع بانکوی جاگیر میں عطا کیا۔

قاضی محمودؒ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے سعد اللہ مسند نشین ہوئے آپ نے دارالحدیث اشرفی محل مانڈو میں شیخ عبدالرحمٰن السخاوی اکملی کے شاگرد حضرت ابوالفتح ملی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور سند حاصل کی اس کے بعد آپ مانڈو میں دارالعلوم اشرفی محل میں حدیث کے استاد مقرر ہوئے اور شیخ المحدثین کے عہدہ پر مامور ہوئے۔

شیخ سعد اللہ کے انتقال کے وقت ان کے صاحبزادے شیخ معروف غریب اللہ کمسن تھے جب سن شعور کو پہونچے تو پیر طریقت کی جستجو میں بھاگ دوڑ کرنے لگے اسی اثنا میں شیخ نظام نارنولی کی فیض رسانی کا شہرہ سنا دل سے صبر جاتا رہا ناچار نارنول جاکر مرید ہوئے اور چند سال خدمت حضور سے فیض پایا۔

چند سال بعد قصبہ دھارنوٹ آئے اور اسی قصبہ کی حدود میں ایک کوٹھری پسند کی جہاں اصلاح نفس کے مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور اس خانگی چور اور ہم نشین قزاق کے درآمد برآمد کے راستوں پر چوکیدار مامور کئے تھوڑی تھوڑی غذا گھٹانے سے نفس فربہ ہونے سے باز رہا اور اس طریقہ پر سونے اور کھانے کی پابندیوں سے رہائی پائی۔

۹۹۶ھ میں حج بیت اللہ کی نیت کی مگر جانیکے اس طے آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنے اوپر لازم کرلیا کہ جب تک جہاں کعبہ نہ دیکھ لوں گا دنیا کی کوئی چیز نہیں دیکھوں گا۔ اگلے سال حج کے لئے تشریف لے گئے آپ راستہ میں اسقدر روئے کہ آنسوؤں کی حرارت سے پٹی پر جلنے کے داغ ہوگئے۔

القصہ بیت الحرام کا دیدار آپ کو ہوا جس کے سبب آپ کی آنکھوں پر لذت نظارہ حلال ہوئی عمرہ حج کے ارکان ادا کئے اور مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر روشن ضمیری حاصل کی، پانچ مہینہ کی فرصت ملی۔ چب ۲۰ ربیع الاول ۹۹۸ھ کو فرمان طلب صادر ہوا کمال شگفتگی خاطر خندہ پیشانی سے عالم قدس کو روانہ ہوئے آپ کا مدفن مدینہ منورہ ہے "بخشایش قرب باد آجائے او"

آپ کے صاحبزادے شیخ تاج الدین عطاء اللہ کمسن تھے اس لئے شیخ صدر جہاں ابن ابوالفتح (کڑہ مانک پور) جو اس وقت دھار میں مقیم تھے ان کو سرپرست مقرر فرمایا اور اپنی خانقاہ کا جانشین بنایا۔

شیخ معروف نے مکہ معظمہ سے ایک خط شیخ صدر جہاں کے نام تحریر کیا تھا جو ابرار کے صفحہ ۴۸۳-۴۸۲ پر درج ہے خط کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"ممب یاران دوجہاں بالصدق والایقان شیخ صدر جہاں معروف غریب اللہ کی طرف سے عارفانہ دعا وسلام قبول فرماکر خدا کرے ہمیشہ خیر کے ساتھ مع العشق والعرفان رہیں۔" واللہ ثم باللہ" ایک دم اور ایک قدم بھی آپ کے بدون نہیں گذرتا ہے اگرچہ بظاہر مصاحبت اور قربت سے جدائی ہے لیکن معنیٰ ہمیشہ اس طریق عظمیٰ سے رفاقت بنی ہوئی ہے مدعا ضروری یہ ہے کہ فرزند ارجمند شیخ تاج الدین عطاء اللہ کو میں نے آپ کی سپردگی میں دیا ہے اور آپ کو اپنی جگہ چھوڑ آیا ہوں جو شخص میری طرف ارادت کے لئے آئے اس کو بیعت اور حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنا اور بالبشارت خلافت نامہ عالی مقام البیت الحرام سے روانہ کیا گیا ہے۔ شائع رحمہم اللہ کے طریقہ پر ثابت قدم رہنا آپ کو حج اور عمرہ کا ثواب آپ کی اس مقدار سے زیادہ نصیب ہوگا جس قدر ہمراہیوں نے پایا۔ والسلام"

جب شیخ تاج الدین عطاء اللہ سن بلوغ کو پہونچے اور آپ کی علمی وروحانی تربیت مکمل ہوگئی تو شیخ معروف کی خانقاہ میں سجادگی کے فرائض انجام دینے لگے اور شیخ صدر جہاں برہانپور کچھ عرصہ سبع الاولیاء کی خدمت میں رہ کر اپنے وطن (کڑہ مانک پور) واپس چلے گئے۔

شیخ تاج الدین عطاء اللہ کے انتقال کے بعد مغل حکمرانوں نے آپ کی قبر پر سنگ سرخ کا ایک شاندار مقبرہ تعمیر کروایا جو مغل فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ مقبرہ شہر دھار کے مشرقی حصہ میں پوربنیہ تالاب کے بندھ پر آج بھی درست حالت میں کھڑا ہے۔

خواجہ قاضی سعد اللہ کے دوسرے لڑکے قاضی فضل اللہ تھے ان کی پانچویں پشت میں قاضی مجاہد تقوی شمار تھے اور چودھویں پشت میں قاضی معین اللہ ندوی تھے۔ قاضی مجاہد تقوی شمار اپنے عہد کے مالوہ کے جید علماء میں سے تھے۔ بادشاہ شاہجہان نے ان کی خانقاہ کے خرچ کے لئے جاگیرات عطا کیں ان میں موضع مورگاؤں۔ موضع محی الدین پور (عرف کھیان کھیڑی) موضع ماردل میں پانچ سو بیگھہ کی مسند ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۰ جلوس میں عطا فرمائی اس کے علاوہ موضع کیاس کھل۔ موضع نپانیہ موضع کھالیا اور موضع بھوپاور میں آم کے باغات دیلے یہ سب انجیرہ کے اطراف میں تحصیل سردار پور میں واقع ہیں اب یہ جائداد موجود نہیں ہے۔

مولانا معین اللہ ندوی کے والد قاضی رحمت اللہ صاحب تھے۔ آپ فارسی کا اچھا علم رکھتے تھے بڑے خوش نویس خطاط تھے آپ کی تعلیم اجمیر میں ہوئی تھی ریاست گوالیار میں قاضیوں کے امتحان میں اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوئے تھے ریاست گوالیار نے انھیں "قاضی زمرد رقم" کا خطاب دیا تھا دراز قامت، خوش الحان اور بڑے وجیہہ تھے آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔

اپنے دونوں فرزندوں مولانا معین اللہ اور نور اللہ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء حصول تعلیم کے لئے بھیجنے کا محرک کیا تھا یہ معلوم نہ کرسکا اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ توفیق خداوندی نے ان کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے قدموں میں ڈال کر انھیں اعلیٰ خدمات کے لئے تیار کیا۔ اور حضرت مولانا کے زیر سایہ رہ کر بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

ایک مطالعہ

امت مسلمہ

ماضی وحال کے آئینہ میں

از۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

جناب مولانا محمد رابع حسنی ندوی کے مضامین کا نیا مجموعہ امت مسلمہ ماضی وحال کے آئینہ میں پڑھنے میں آیا اور کتاب کو ختم کرتے ہی کتاب خواں کے ذہن میں میر کا شعر آیا ہے

جس جائے سرا پا پہ نظر پڑتی ہے اس کے
آتا ہے میرے جی میں یہیں عمر بسر ہو

صاحب کتاب کا سراپا ان کی کتاب ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کا حسن کائنات کے ایک افضل اخلاقی نظام کی تصویر ہے۔ وہ نظام جو اسلام کی دین ہے اور جس کا بیان سرسری نگاہ اور غائر نگاہ دونوں پر واضح ہے، یہ بیان نبی کی لازوال قدروں کا بیان ہے اور اقبال کے اس شعر کی تفسیر ہے ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

یہاں کتنی اور ماورائی قوانین کا بیان ہے۔ اس مذہب کے قوانین کا بیان جس کی بستی مکاں اور زماں سے مافوق ہے۔

میرے لفظ قوانین کے استعمال سے پڑھنے والے کو یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہئے کہ کسی فقہ کی کتاب کا ذکر ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ کتاب ماضی کی اپنی شاندار تاریخ سے واقفیت اور تعلیم کا وسیلہ ہے، پڑھنے والے کا محرک صرف اطلاع جوئی نہیں۔ اس کو احساس ہوگا کہ انسان کا نفسیاتی ڈھانچہ اور شریعت کا نظام متوازی ہیں۔ یہ صداقتیں مطلق اور بدیہی ہیں۔

یہ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ بڑے بڑے سیمیناروں میں پڑھے ہوئے اور عالم اسلام کے بہترین رسالوں میں چھپے ہوئے مضامین کا ایک مربوط اور منضبط مجموعہ جن کے اندر ایک غیر معمولی ربط فکری ہے۔ سارے مضمے ایک دوسرے کے معاون اور ایک دوسرے کی تشریح کرتے ہیں۔ معاملہ صرف صداقت نگاری سے ہے۔ واقعات اور نتائج کا ایک منظم اور ہم آہنگ تواتر ہے۔ بیت وہی روایتی ہے جس سے آنکھیں مانوس ہیں۔ مذہب کی حکمت اور بصیرت کے ساتھ آمیختگی اور اس کی کارفرمائی۔

مولانا آئے کو ماضی اور حال کے آئینہ میں دیکھا ہے لیکن اس آئینہ میں وہ سائے بھی نظر آتے ہیں جو مستقبل حال پر ڈال رہا ہے۔ یہ کتاب کے فکری عنصر سے نمایاں ہے۔ کہیں پر خطیبانہ اثر انگیزی کی دانستہ خواہش نہیں۔ بالکل غیر شعوری طور پر آدمی جان جاتا ہے کہ مذہب اسلام کی قدریں عام انسانی قدروں سے الگ نہ ہوتے ہوئے بھی اس سے بلند وبالا ہیں۔

یہ کتاب سادگی اور پرکاری کی بہترین مثال ہے۔ اعلیٰ پایہ کا ادب وہ ہوتا ہے جو پڑھنے والے کے دل میں ہیجان سا برپا کردے۔ خالص ادبی کام میں تخیل کی کارفرمائی ہوتی ہے اور اختراع کا بھی دخل ہوتا ہے، مگر ایسی کتاب صرف اپنی خوش بیانی، جذبہ انگیزی اور صداقت نگاری سے متاثر کرتی ہے۔ یہ بڑا منفرد تجربہ ہے کہ بغیر سخن آرائی کے انداز بیاں خود بخود مؤثر ہوگیا ہے۔ یہ واقعات کے بیان اور نتائج کے استنباط میں خلوص اور حقیقت شناسی سے پیدا ہوتا ہے۔

بہت سے نکتے جو بیان ہوئے ہیں اہل علم ان سے واقف رہے ہیں مگر یہ امور واقعی اس سلیقے سے قلم بند نہیں ہوئے تھے جیسا کہ مولانا نے کئے ہیں۔ غالب کا شعر تھوڑی سی تحریف کے ساتھ لکھتا ہوں ؎

دیکھنا تحریر کی لذت کہ جو اس نے لکھا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اس کتاب کا پہلا مضمون "امت اسلامیہ کا مقام وسطیت بہ معنیٰ کمال واعتدال" ہے۔ اس کی ابتدا وسطیت کے اس معانی کے بیان سے ہے جس میں وہ کلام پاک اور حدیث شریف میں استعمال ہوا ہے۔ بڑا ہی علمی مضمون ہے۔ عام قارئ (بشمول مضمون نگار) لفظ اوسط کے معنیٰ معمول سے کچھ بہتر سمجھتا رہا ہے۔ جیسے اوسط درجہ کا طالب علم کمال کبھی اس لفظ سے والستہ نہیں سمجھا، امت وسطیٰ یا صلاۃ الوسطیٰ کو صفات اور تعین وقت کے لئے سمجھا گیا۔ مولانا نے بتایا کہ یہ توازن کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ غلو سے پاک اور تقصیر سے دور۔ مولانا نے اس مضمون کے مندرجات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور ایک سے ایک نکتے نکالے ہیں۔ امت مسلمہ کا دوسری امتوں پر تفوق کی وجہ۔ اس کی اہم ذمہ داری دعوت الی الحق۔ امت کا عالی منصب وکام۔ جامع کمالات نبی ہر گیر وجامع شریعت، مساوات، عادلانہ نظام، علم کی سرپرستی اور ہمت افزائی، مرد وزن کے حقوق، دین ودنیا کی جامعیت، غرض ایسا طاقتور جامع مضمون

کر پڑھنے والا دنگ رہ جائے۔ الجزائر کے بین الاقوامی مذاکرہ علمی میں پیش کیا ہوا یہ مضمون اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ ایک ایسا مصنف جو معلم، مؤرخ، فلسفی اور عالم ہے اور سب درجہ اول کا، اس سے ایسے ہی مضمون کی توقع تھی۔ کتاب کے آگے کے مضامین بھی منفرد اور جامع ہیں مگر لگتا ہے چراغ سے چراغ جل رہا ہے۔ تقریباً وہی کتابِ دل کا متن اور کتابِ عقل کی تفسیریں۔

دوسرا مضمون سورۂ نساء کی ابتدائی آیت سے شروع ہوا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ اس کی وضاحت نورٌ علیٰ نور ہے۔ انسانی معاشروں کا تنوع اور افتراق اصلاح کی ضرورت۔ ترقی پذیر عہد کا آغاز۔ علم کی ترقی اور وسعت اور امت مسلمہ کا اس میں قائدانہ حصہ۔ دعوتِ حق کی وسعت۔ سب کا بیان کرتے ہوئے پھر مولانا اپنے محبوب لفظ "وسط" پر آئے اور لکھا کہ امت وسط کا مرکز بھی مقام وسط ہے۔ بہترین نکات کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے امت کا رشتہ دکھایا ہے۔ مکہ کی جغرافیائی وسطیت۔ دعوت عالمیت کا آغاز۔ مکہ اور مدینہ میں قیام کے الگ الگ طریقۂ کار پر روشنی ڈالی ہے اور آخر میں جہاد کی ضرورت اور اس کے اسباب لکھے ہیں۔ جن کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہو ان کو تو قائل نہیں کیا جاسکتا مگر وہ مسلمان جو مغرب کے مخالفانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہیں اور "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا" اس پر غور کرنے لگتے ہیں ان کی غلط فہمی رفع کرنے اور علم میں اضافہ کرنے کے لئے بہترین مضمون ہے۔ مولانا نے بتایا کہ اسلام میں جہاد تو نفس کشی اور قربانی ہے۔

اب مولانا امت اسلامیہ کے اسبابِ غفلت و امتیاز اور خصوصیت پر آتے ہیں اور اسلام کے آغاز کے وقت دنیا کی حالتِ زار بیان کرتے ہوئے دکھاتے ہیں کہ مساواتِ انسانی کا پہلا منشور سرکارِ دوعالم نے جاری کیا یہی صانع کائنات کا مقصد ہے۔ اللہ نے سب کو آزاد پیدا کیا ہے۔

مولانا نے دو واقعات نقل کئے ہیں جو تاریخ اسلام کی بہترین مثالیں ہیں۔ خلیفۂ وقت کی ایک شامی بادشاہ جبلہ بن ایہم غسانی کو بطور انتقام طمانچہ مارنے کی ایک غریب اعرابی کو اجازت دینے کی اور دوسری حضرت عمرو بن العاص رضؓ کے بیٹے کو یہی سزا اور ساتھ ہی ساتھ باپ کو طمانچہ مارنے کی اجازت جن کے حاکم ہونے کے سبب سے لڑکے کو ایک غریب مصری کو مارنے کی ہمت ہوئی۔

سب سے بہتر مثال تو مولانا نے نماز کی دی ہے جہاں محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں، شاہ فیصل کی جائے نماز پر ایک جبشی کا کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا اور شاہ کا بلا مصلیٰ نماز پڑھنا عہد حاضر کی مثال ہے۔

مولانا نے دکھایا ہے کہ مساوات اور انصاف اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت ہے خواہ وہ عورتوں کی شیشہ کی طرح نازک قوم ہو یا سیاست اور حکومت سے معاملہ ہو۔ اس نکتہ کو مولانا نے کافی پھیلایا ہے۔

پھر مولانا علوم و فنون کے میدان میں آئے ہیں اور مسلمانوں کا تفوق اور مغرب پر ان کے اثرات بیان کئے ہیں۔ یورپ کی درسگاہیں مسلمان دانشوروں کی کتابوں پر تکیہ کرتی تھیں۔ اندلس کے راستے سے علوم و فن کا قافلہ گزرا اور یورپ کے ظلمات کو روشن کر دیا۔ مولانا نے ان کتابوں کو باقاعدہ گنایا ہے کتب خانوں کا اہتمام مسلمانوں کی ایک خاص خصوصیت رہی ہے۔ اور اب بھی اپنے آباء کی کتابیں یورپ کے کتب خانوں میں مل جاتی ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کلیساؤں کے باہر انجیل نہیں ملتی تھی اس وقت

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

اہلِ ندوہ اپنے ایک محسن سے محروم

مولانا معین اللہ ندوی کے سانحہ ارتحال پر ندوۃ العلماء میں تعزیتی جلسہ

رپورٹ ..... ● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نائب ناظم اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے خصوصی مشیر کار عالم دین مولانا قاضی معین اللہ ندوی صاحب اپنے وطن اندور میں ۲۳ اگست ۱۹۹۹ء مطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی وفات سے ندوۃ العلماء کے طلباء و اساتذہ، کارکنوں، ذمہ داروں کو بہت رنج و غم اور قلق ہوا۔ یہ اندوہناک خبر اہل ندوہ پر بجلی بن کر گری کیونکہ ان کے سر سے ایک محسن کا سایہ اٹھ گیا۔ اور وہ ایک مربی سے محروم ہو گئے اگلے دن دارالعلوم ندوۃ العلماء کے تمام شعبے بند رہے۔

اس موقع پر ۲۳ اگست ۱۹۹۹ء کو صبح ۹ بجے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارت میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں ان کے کارہائے نمایاں کو یاد کیا گیا اور ان کی دینی علمی دعوتی اور اصلاحی خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ مخلص رفیق کار مولانا معین اللہ ندوی صاحب کے انتقال سے میرے قلب پر بڑا اثر ہے اس افسوسناک اور غم انگیز موقع پر تفصیل سے عرض کرنا میرے لئے بہت مشکل ہے، رقت آمیز آواز میں انھوں نے کہا کہ مولانا معین اللہ صاحب ندوی سے میرا تعلق برادرانہ، رفیقانہ، مخلصانہ، عزیزانہ، عقیدتمندانہ اور نیازمندانہ تھا وہ میرے معتمد ترین رفیق کار تھے۔ مجھے انھیں پڑھانے کا موقع بھی ملا۔ انہیں کے زمانہ میں میں نے "مختارات" لکھی۔ اور نصاب تعلیم میں داخل کی گئی۔ اور سب سے پہلے انھوں نے اس کتاب کو بحیثیت کورس پڑھی۔ دورانِ تعلیم وہ بڑے قلق سے پیش آتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ابتداء ہی سے انتظامی امور کی صلاحیت عطا فرما رکھی تھی اس لئے ندوۃ العلماء کے بہت سے کاموں میں بڑا اہم رول ادا کیا۔ وہ ایک اچھے، باصلاحیت معلم و استاذ، بہترین منتظم مخلص مربی اور صالح انسان تھے۔ پہلے انھوں نے ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاذ خدمت کی پھر وہ انتظامی امور سے منسلک ہو گئے اور آخر وقت تک ندوۃ العلماء کے شعبۂ تعمیر و ترقی سے بحیثیت ناظم اور شعبہ نظامت سے بحیثیت نائب ناظم خدمت انجام دیتے رہے۔ انھوں نے ندوۃ العلماء کے لئے مالی فراہمی کے لئے ہندو بیرون ہند اسفار کئے مولانا نے میرے ساتھ مخلص رفیق کار اور رفیق سفر کی حیثیت سے حجاز مقدس، مصر، سوڈان، ساؤتھ افریقہ، لندن، یورپ اور دیگر ممالک کا سفر بھی کیا۔ مولانا نے کہا کہ انھوں نے ہمارے ساتھ تبلیغی اور دعوتی دورے بھی کئے اور ہم دونوں نے بہت قریب ترین عزیزوں کی طرح مل کر دینی، اصلاحی، تبلیغی، رفاہی، علمی اور عملی کام کیا۔

تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کہا کہ مولانا معین اللہ ندوی صاحب نے ندوۃ العلماء میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی انھوں نے ہندو بیرون ہند میں ندوۃ العلماء کی تعمیر و ترقی کے لئے دورے کئے۔ مالی فراہمی کے لئے وفود بھیجے، جس کی وجہ سے ندوۃ العلماء کے علمی اور تعمیری کاموں میں بڑی مدد ملی۔ دارالعلوم میں دینی فضا بنانے میں مولانا کا زبردست کردار رہا ہے۔ مولانا نے تبلیغی جماعت کے کام کو ندوۃ العلماء میں آگے بڑھایا۔ تعمیری کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شعبۂ حفظ و قرأت کے قیام میں بھی انھوں نے بڑی کوشش کی۔

مولانا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو بھرپور انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اور ندوۃ العلماء کے انتظامی امور کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ اس کے نظم و نسق کو برقرار رکھنے، شاخوں اور ملحقہ مدرسوں کے ذمہ داروں کو علمی عملی اور مالی تعاون کے سلسلہ میں گرانقدر مشورے دیتے تھے۔

مولانا مرحوم کے رفیق درس اور جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کے روح رواں مولانا مجیب اللہ ندوی نے مولانا معین اللہ ندوی صاحب کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مرحوم جدید ندوہ کی بنیاد میں ایک بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتے تھے وہ اپنے کو نمایاں نہ کر کے اخلاص کے ساتھ کام کرتے تھے یہاں کا دینی ماحول بنانے میں انھوں نے بہت محنت کی ان کی یہ خصوصیت تھی وہ جو بھی کام کرتے تھے بڑی حکمت اور سمجھداری کے ساتھ کرتے تھے۔

جلسے کو خطاب کرتے ہوئے مولانا سید الرحمن اعظمی ندوی ایڈیٹر البعث الاسلامی و استاد

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س :۔ اذان کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا کرنا کیسا ہے؟

ج :۔ ہاتھ اٹھاکر دعا کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

س :۔ زید نوٹو گرافی کا کام کرتا ہے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ عمر کا کہنا ہے کہ یہ نوٹو گرافی کا پیشہ درست نہیں ہے اس لئے نماز میں زید کے تکبیر کہنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

ج :۔ جاندار کی تصویر اور فوٹو بنانا بیشک ناجائز ہے۔ اگر زید جاندار کی تصویر بناتا ہے تو اس کی تکبیر مکروہ ہوگی۔ مگر نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

س :۔ اذان کے وقت أشهد أن محمداً رسول الله پر لوگ انگوٹھے چوم کر کے آنکھوں پر لگاتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟

ج :۔ انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانا شریعت مطہرہ کے اندر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

س :۔ جب مؤذن اذان کہتا ہے تو اذان کے الفاظ دُہرانا اور بعد میں دعا کا پڑھنا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

ج :۔ اذان کے وقت اذان کے الفاظ دُہرانا اور بعد میں دعا کا پڑھنا سنت ہے۔

س :۔ بعض جگہ یہ دستور ہے کہ جس وقت نماز کے واسطے جماعت کھڑی ہوتی ہے تو خود مؤذن تکبیر کہنے سے پہلے باآواز بلند درود شریف پڑھتا ہے پھر اس کے بعد تکبیر کہتا ہے یہ ازروئے شرع کیسا ہے؟

ج :۔ اقامت سے پہلے باآواز بلند درود شریف پڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا واجب الترک ہے۔

س :۔ جرسی گائے کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

ج :۔ ازروئے شرع جرسی گائے کا دودھ پینا جائز ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

س :۔ ایصال ثواب کے لئے صدقہ میں پیسے دیئے جائیں تو کیا مرحوم کی روح کو اس کا علم ہوتا ہے؟

ج :۔ ایصال ثواب کے لئے جو صدقہ اور خیرات کیا جاتا ہے تو اس کا ثواب میت کو ملتا ہے مرحوم کی روح کو اس کا علم بھی ہوتا ہے۔

س :۔ کیا بزرگوں کو خانقاہ یا مدرسہ میں دفن کرسکتے ہیں؟

ج :۔ اکابر و مشائخ کو خانقاہ یا مدرسہ کی عمارت میں دفن کرنا مکروہ ہے، فقہاء نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

س :۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین میں انگلیاں کس حالت میں رہنی چاہئیں؟

ج :۔ تکبیر تحریمہ کے وقت انگلیوں کو اپنی حالت میں رہنے دے۔ آپس میں نہ ملائے انگوٹھوں کو کانوں کی لو سے لگائے اور ہتھیلیوں کو قبلہ رُخ کرے۔

س :۔ جو آدمی اذان کے دوران بات کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج :۔ اذان کا جواب دینا سنت ہے دوران اذان باتیں کرنا درست نہیں ہے۔

س :۔ جو امام پکچر دیکھتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ج :۔ مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

بقیہ: ندوہ اپنے ایک محسن سے محروم

ادب عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کہا کہ مولانا امین اللہ ندوی صاحب نے ندوۃ العلماء کے تعمیری ترقیاتی اور تعلیمی امور میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ جنھیں ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔ وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کے معتمد ترین شاگردوں اور رفیقوں میں تھے۔ انھوں نے شہر اور شہر کے باہر دوسرے اصلاح اور ہندوستان کے مختلف صوبوں میں مکاتب اور ملحقہ مدرسے چلانے اور قائم کرنے میں بڑا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی نیکیوں کو قبول فرمائے، درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

جلسہ کا اختتام حضرت مولانا کی دعاء پر ہوا۔

بقیہ: ایک مطالعہ

اپنی امیدوں، اپنی آرزوؤں کا رنگ بھرا ہے مثالوں کی صداقت اور شان و شوکت اور زبان کی خوبصورتی اس درجہ کی ہے کہ اس سے اونچا درجہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں

جنگ آزادی میں مدارس دینیہ کا حصہ

کے موضوع پر سیمینار

۲۳ اگست ۱۹۹۹ء کو مولانا محمد علی جوہر فاؤنڈیشن لکھنؤ کے زیر اہتمام ندوۃ العلماء کے شبلی ہال میں "مدارس اسلامیہ کا جنگ آزادی میں حصہ" کے موضوع پر ایک علمی مذاکرہ کے موقع پر جس کی صدارت فاؤنڈیشن کے صدر چودھری شرف الدین نے کی۔ ندوۃ العلماء کے نائب ناظم اور ممتاز اسکالر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس بات کا واضح نوٹس لیا کہ جدید عہد آزادی میں دینی مدارس، علماء اور عام مسلمانوں نے کلیدی رول ادا کیا اور اے، ہزار علماء اور مسلمانوں نے جان کی قربانی دی اور آزادی ملنے کے بعد ہندوستان کو اپنا وطن برقرار رکھا۔ اور اس کی ترقی میں اپنا حصہ دینا جاری رکھا لیکن اس کا صلہ یہ ملا کہ ان کے مدارس کو اور مسلمانوں کے کردار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ اور یہ بات مسلمانوں کی ہتک عزت اور توہین ہے۔ جب ملک میں ہم نے جینے مرنے کا فیصلہ کیا اس کے ہم خیر خواہ نہیں ہوں گے تو اور کیا ہوں گے۔ ہمارے ملک کا تحفظ ہمارا اپنا تحفظ ہے اور ہمارے ملک کی ترقی میں ہماری اپنی ترقی ہے۔

مولانا نے اس ضرورت پر زور دیا کہ ملک کے مختلف فرقوں میں بہبودی اور اتحاد اسی وقت ممکن ہے جب وہ ایک دوسرے پر بھروسہ اور اعتماد کریں جس کے لئے ایک دوسرے کے بارے میں جاننا ضروری ہے اور اس لئے بجائے شک و شبہ کرنے کے ایسی فضا پیدا کرنے پر زور دینا چاہیئے جو قوم کو طاقتور بنائے۔ آج جس آزادی کا ہم لطف اٹھاتے رہے ہیں اس کے لئے اے ہزار علماء اور مسلمانوں نے اپنا خون دیا ہے۔ انھوں نے جنگ آزادی کے سورما سید احمد شہیدؒ، ٹیپو سلطان شہیدؒ سے لے کر مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ کی ملک کو آزاد کرانے کے لئے خدمات کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ ہمیں اسلاف کے بارے میں نہ صرف معلوم ہونا چاہیئے بلکہ نئی نسل اور دوسرے برادران وطن کو بھی اس بارے میں جاننا چاہیئے ہندوستان میں مسلمانوں نے تہذیب و تمدن پر اثر ڈالا ہے۔ ہم اس ملک میں ایک آزاد اور باعزت شہری رہنے کا حق رکھتے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر فاؤنڈیشن کا یہ سیمینار دراصل یوم آزادی کی دوروزہ تقریبات کا حصہ تھا اس سے قبل فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام صبیحیا باغ راجہ بازار کے قدیم محلے میں واقع مدرسہ ہدایت العلوم کے دوہال شہید اعظم ٹیپو سلطانؒ اور مجاہد اعظم مولانا محمد علی جوہر کے نام سے منسوب کئے گئے ان نام کے کتبے نقاب کشا اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی طرف سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے نصب کئے۔ فاؤنڈیشن کے بانی سرپرست الحاج محمد رفیع صدیقی سابق ایم ایل اے۔ اور بانی منیجر محمد وصی صدیقی صاحب اور نائب صدر سلمان علی خاں صاحب نے دونوں موقعوں پر فاؤنڈیشن کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد اور خواجہ محمد راکق ایڈوکیٹ نے عظیم رہنماؤں پر اظہار خیال کیا۔

سیمینار میں جس میں بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے حصہ لیا۔ غازی پور کے عالم دین مولانا عزیز الحسن صدیقی نے ایک بھرپور مقالہ پیش کیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم نے اگرچہ علالت کی بنا پر شرکت نہیں کی لیکن ایک ایسی کتاب "ہندوستان کے مسلمان" سے موضوع کے اعتبار سے برمحل اقتباسات بھیجے جو مولانا نذر الحفیظ ندوی نے پڑھ کر سنائے۔ اس کے علاوہ مصر کے اردو اسکالر شیخ جلال حفناوی، ندوہ کے اساتذہ مولانا سید سلمان حسینی ندوی اور مولانا خالد غازی پوری نے عالمانہ تقریریں کیں۔

مولانا صدیق نے اپنے مقالے میں جدوجہد آزادی میں مدارس اور علما کے رول کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ اور کہا کہ جنگ آزادی کی تاریخ مدارس اسلامیہ کی تاریخ سے جڑی ہوئی ہے۔ انھوں نے مدارس اسلامیہ کی افادیت کا ذکر بھی کیا اور کہا کہ ان مدارس کو ایک متحدہ پلیٹ فارم کی حیثیت سے ہونا چاہیئے۔ انھوں نے افسوس ظاہر کیا کہ ان مدارس کو شک و شبہ کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جہاں سے تحریک آزادی چلائی گئی، مسلم کمیونٹی کو غدار کہا جا رہا ہے۔ اور عقل و سائنس کو پیچھے ڈھکیلا جا رہا ہے۔ بہرحال یہ بھی کہا کہ مایوسی کی ضرورت نہیں ہے ابھی اچھے لوگ بھی باقی ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے

(باقی صفحہ پر)

ندوہ کے شب و روز

از: ● نجیب الرحمٰن ملی ندوی

موسم گرما کی تقریب ایک ماہ کی طویل تعطیل کے ختم ہوتے ہی ۲۰ر جون ۱۹۹۹ء سے طلبہ جوق در جوق اپنے گھروں سے مادرِ علمی واپس ہونے لگے۔ اور چند ہی دنوں کے اندر دارالعلوم کی پر کیف فضا میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجنے لگیں، ابھی دو عشرے ہی گزرنے پائے تھے کہ ششماہی امتحان کا اعلان آگیا۔ اور طلبہ اپنی تمام تر غیر درسی سرگرمیوں سے یکسو ہو کر امتحان کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ امتحان بخیر و خوبی ہو گئے اور اس کے فوراً ہی بعد تعلیمی و ثقافتی تمام سرگرمیاں دوبارہ شروع ہو گئیں،

سائنسی محاضرات:

قدیم صالح اور جدید نافع کا حسین امتزاج۔ جو ندوہ کے بنیادی مقاصد میں داخل ہے) کے پیش نظر مہاراشٹر کے شہر پونہ سے تعلق رکھنے والے ماہر رسیات، جناب پروفیسر انیس چشتی صاحب جو حضرت مولانا مدظلہ العالی اور ندوۃ العلماء سے والہانہ تعلق رکھتے ہیں اور تاریخ و جغرافیہ پر جنھیں دسترس حاصل ہے۔

۱۱ تا ۱۴ر اگست ۱۹۹۹ء کو طلبہ کی دعوت پر جمالیہ اور کلیۃ اللغہ کے وسیع ہال میں چار محاضرے دیئے، جس میں پہلا محاضرہ سورج اور چاند گرہن سے متعلق تھا، دوسرا "ابتدائے کائنات" تیسرا "شہاب ثاقب اور مدار ستارے" اور چوتھا "زلزلہ کی حقیقت" پر مبنی تھا۔ چاروں محاضرے نہایت جامع اور معلومات افزا تھے۔ انھوں نے بلیک بورڈ گلوب اور دنیا کا نقشہ سامنے رکھ کر اس کی مدد سے تمام موضوعات کا ایک حد تک حق ادا کر دیا، طلبہ نے موضوعات کی اہمیت کے پیش نظر اس میں بھرپور دلچسپی لی یہ محاضرات مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی کی نگرانی میں ہوئے۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا محاضرہ:

النادی العربی کے زیر اہتمام ۱۰ر اگست ۱۹۹۹ء کو بعد نماز مغرب جمالیہ ہال میں مولانا سید سلمان حسینی صاحب ندوی کا "اللغۃ فی خدمۃ الدعوۃ" کے عنوان پر ایک وقیع محاضرہ ہوا۔ جس میں طلبا بڑے ہی ذوق و شوق کے ساتھ کثیر تعداد میں شریک ہوئے، ہال اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ گیا۔ اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد ہال کے باہر کھڑی تھی۔

تقریب یوم آزادی

یوم آزادی کے موقع ۱۵ر اگست ۱۹۹۹ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بالائی عمارت پر معمول کے مطابق جھنڈا لہرانے کی تقریب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی قیادت میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر جنگ آزادی میں اہل ملک کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا مسلمان آزادی میں برابر کے شریک رہے ہیں بلکہ سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی تحریک آزادی کا اعلان کر کے انگریزوں کو یہاں سے نکالنے کی پر عزم جد و جہد کی جس کی ابتداء ہمارے ہی خاندان کے بزرگ سید احمد شہیدؒ نے کی تھی۔ یہاں کے علماء کرام اور مسلمانوں نے آزادی کیلئے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

بزم مناقشہ:

طلبہ میں قوتِ گویائی کو جلا بخشنے کے لئے جہاں ایک طرف جمعیۃ الاصلاح ہر ہفتہ بزم خطابت کے جلسے منعقد کرتی ہے وہیں دوسری طرف وقتاً فوقتاً وقت اور حالات کی مناسبت سے ایسے موضوعات پر بزم مناقشہ کا بھی اہتمام کرتی ہے جس کا منعقد ہونا طلبہ کے لئے ضروری ہوتا ہے ۱۲ر اگست ۱۹۹۹ء کو ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی کی صدارت میں "جدید سائنسی آلات بنی نوع انسان کے لئے مفید یا غیر مفید" کے موضوع پر جمالیہ ہال میں یہ بزم منعقد ہوئی جس میں دونوں پہلوؤں پر طلبہ کی دو ٹیموں نے اپنے اپنے دلائل کی روشنی میں مباحثے کئے، بالآخر مثبت ٹیم جس کے قائد برادرم عامر بیگ تھے۔ اول اور منفی ٹیم جس کے قائد برادرم مجیب الرحمٰن ندوی تھے دوم قرار پائی۔

رسم اجراء

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کی زندگی اور حالات و کمالات سے متعلق ایک کتاب "نمونۂ سلف" کے نام سے مولانا شمس الحق صاحب ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات کی مرتب کردہ منظر عام پر

پر آئی ہے، ۱۸ر اگست ۱۹۹۹ء کو دارالعلوم کے مہمان خانہ کے لان میں کتاب کی رسم اجرا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کے دست مبارک سے انجام پائی۔ اس موقع پر اساتذہ و طلبہ کے علاوہ شہر کے معززین کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

مسابقہ حفظ قرآن کریم

قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے خادم الحرمین شریفین کی جانب سے ہر سال مکہ المکرمہ میں عالمی پیمانہ پر مسابقہ حفظ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ گذشتہ تین سالوں سے ندوۃ العلماء سے بھی نمائندگی کے طور پر دو طلباء مسابقہ میں شرکت کے لئے منتخب کر کے بھیجے جاتے ہیں سال رواں بھی اس انتخاب کیلئے طلباء کے مابین ۱۷ و ۱۸ر اگست ۱۹۹۹ء کو سلیمانیہ و معہد القرآن ہال میں یہ مسابقہ ہوا۔ مسابقہ کے کل تین زمرے (۱۰، ۲۰، اور ۳۰ پارے حفظ) تھے، تینوں زمروں میں اول و دوم نمبر سے کامیاب طلباء کے درمیان آخری انتخابی مسابقہ مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ازہری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں اول نمبر پر آنے والے زمرۂ دوم کے طارق انور متعلم عالیہ ثالثہ شریعہ اور دوم آنے والے زمرۂ سوم کے محمد مصدق بھٹکلی متعلم عالیا اولیٰ شریعہ وہ خوش نصیب ہیں جو مکہ مکرمہ جانے کے لئے منتخب ہوئے، اس کے علاوہ کامیاب ہونے والے چار طلباء کو دارالعلوم کی جانب سے بالترتیب پندرہ سو ساڑھے بارہ سو دس سو اور ساڑھے سات سو روپے بطور تشجیعی انعام دیئے گئے۔

مسابقہ اسلامک کوئز:

طلباء کے اندر سیرت نبوی سے دلچسپی اور شوق میں اضافہ کرنے کے لئے الاصلاح خورد رواق سلیمانی میں ۱۹ر اگست ۱۹۹۹ء کو بعد نماز عشاء "سیرت نبوی ہجرت سے وصال تک" کے عنوان پر ایک اسلامک کوئز کا انعقاد کیا گیا جس میں تقریباً ۲۲ طلباء نے حصہ لیا، کامیاب ہونے والوں میں سلمان نسیم اول، شیخ احتشام الدین دوم اور عابد کریم سوم ہیں۔

جنگ آزادی میں مدارس اسلامیہ کا حصہ

۲۲ر اگست ۱۹۹۹ء کو ایک اہم جلسہ بعنوان "جنگ آزادی میں مدارس اسلامیہ کا حصہ" دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔

اس جلسہ میں ہندوستان کے جید علماء کرام اہل علم دانشور حضرات، معززین شہر غیر مسلم احباب اور اساتذہ و طلباء شریک ہوئے جلسہ کی رپورٹنگ ہندی، اردو، اور انگریزی اخبارات نے بڑے اچھے انداز میں کی۔

جلسہ میں آزادی کے سلسلہ میں مدارس اسلامیہ کے طلباء خصوصاً سید احمد شہیدؒ سلطان ٹیپو شہیدؒ، مولانا محمود حسن دیوبندی مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مولانا برکت اللہ بھوپالی، مولانا فضل حق خیر آبادی مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی قربانیوں کو یاد کیا گیا۔

سابق نائب ناظم ندوۃ العلماء کا سانحہ وفات

۲۳ر اگست ۱۹۹۹ء کی صبح جب نمودار ہوئی تو اہل ندوہ کیلئے اپنے ساتھ ایسی غم انگیز اور اندوہناک خبر لائی جس سے اہل ندوہ تو کیا اسکے در و بام تک متاثر ہو گئے وہ تھی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کے دست راست جناب مولانا معین اللہ صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب ناظم ندوۃ العلماء کے سانحۂ ارتحال کی خبر ان کی کاوشوں کے ثمروں میں سب سے نمایاں اور اہم ثمرہ شعبۂ حفظ کی شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے اور جنھوں نے ندوۃ العلماء کے الجھے ہوئے معاملات میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا اور ہر عقدہ لاینحل کو حل فرمادیا کرتے۔ یہ خبر طلباء و اساتذہ میں اس وقت عام ہوئی جب مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی نے درد بھرے لہجے میں فجر کی نماز میں کہا کہ آج ندوہ اپنے ایک درد مند سرپرست سے محروم ہو گیا چونکہ یہ حادثہ ان کے آبائی وطن اندور میں پیش آیا جس کی مسافت لکھنؤ سے تقریباً چودہ سو پندرہ سو کلو میٹر گھنٹے کی ہے اس وجہ سے ذمہ داران دارالعلوم ندوہ تجہیز و تکفین میں شرکت کیلئے تڑپ کر رہ گئے۔ اس دن تمام اہل ندوہ پر اس کا گہرا اثر تھا، جس کی وجہ سے دارالعلوم میں تعطیل کر دی گئی اور ساڑھے نو بجے دن میں مسجد دارالعلوم میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں حضرت مولانا مدظلہ العالی نے اپنی علالت و نقاہت کے باوجود طلبہ و اساتذہ کے سامنے مولانا مرحوم سے اپنے تعلقات و روابط اور ان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان کے لئے بلندیٔ درجات اور مغفرت کی دعا فرمائی۔ اس موقع پر ان کے رفیق درس مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے انھوں نے بھی اپنے جذبات و احساسات کا اظہار فرماتے ہوئے تعزیتی کلمات کہے، اسکے علاوہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی نے بھی ان کی شفقت و عنایت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ان کی خدمات کو سراہا۔ اور پھر آخر میں حضرت مولانا مدظلہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● جدہ میں اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے سربراہوں کا اجلاس ہوا۔ اسلامی ترقیاتی بینک کی ۲۵ ویں سالگرہ کے سلسلہ میں ہونے والے اس اجلاس میں پچاس اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے سربراہ شریک ہوئے جو آئندہ صدی میں اسلامی بینک کاری کو پیش آنے والے چیلنجوں سے نپٹنے کے لئے لائحۂ عمل پر تبادلۂ خیال کیا۔ اسلامی بینک کے صدر نے افتتاحی اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ اسلامی بینک کاری کی عمر صرف ۲۵ سال ہے تاہم اس نے قلیل عرصہ میں ٹھوس اور مستحکم بنیادیں فراہم کردی ہیں۔

● بی۔ بی۔ سی کے مطابق امریکہ کے صدر نے اپنا پہلا مسلمان سفیر محمد عثمان صدیقی کو نجی، نیرو اور ٹوبا گو کے لئے منتخب کیا ہے، واضح رہے کہ سفیر موصوف بنگلادیش میں پیدا ہوئے تھے اور بعد میں انھوں نے امریکی شہریت حاصل کرلی۔

● فلسطینی رہنما یاسر عرفات کی اپنے سیاسی حریفوں کے ساتھ خیر سگالی اور مصالحت کے لئے قاہرہ میں جو ملاقات ہوئی ہے اور جس طرح سے پاپولر فرنٹ برائے آزادئ فلسطین کے اہم ترین رہنما ابوعلی مصطفیٰ کا گرمجوشی سے استقبال کیا ہے اس اعتبار سے یہ مصالحت انتہائی خوش آئند ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت پاپولر فرنٹ ان چالیس لاکھ فلسطینی مہاجرین کی ترجمانی کے دعویدار ہے جو اس وقت مختلف ملکوں میں رہائش پذیر ہیں، فلسطینی رہنما کی یہ ملاقات حالیہ ۸ سالوں میں فلسطینیوں کی صفوں میں مصالحت کی پہلی واضح اور مؤثر کوشش ہے خدا کرے یہ اتحاد مبارک اور مؤثر ثابت ہو۔ امریکہ کی وساطت سے جب بھی اسرائیل اور فلسطینیوں کے مابین کسی مصالحت اور معاہدہ کی کوششوں کا آغاز ہوا فلسطینیوں کی صفوں میں شدید اختلافات پیدا ہوگئے اور اسرائیل نے ہمیشہ ان سے فائدہ اٹھایا۔ اسرائیل کے ساتھ پی۔ ایل۔ او۔ کے امن معاہدہ کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ فلسطینیوں کی قیادت کے دعیدار یہ دونوں گروپ آپس میں مل بیٹھے ہیں اور چونکہ اسرائیل نے یہ اعلان کردیا ہے کہ طے شدہ فارمولے کے مطابق فلسطینی علاقہ سے اسرائیلی فوجوں کا انخلاء جلد ہی شروع ہوجائے گا اس لئے اتنے اہم اور فیصلہ کن موقع پر فلسطینیوں کو بھی اپنی قوت مجتمع کرلینے کا احساس ہوگیا ہے بلاشبہ فلسطینی تنازعہ کی تاریخ کا یہ بڑا اہم مرحلہ ہے۔

● امریکی پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں ایک قرارداد کا مسودہ پیش کیا گیا ہے جس کا مقصد امریکیوں کو اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں تحمل و بردباری کا مشورہ دینا اور اسلام کے خلاف پائے جانے والے تعصب کو ختم کرنا ہے۔ اس قرارداد یا "بل" میں اور بھی باتیں کہی گئی ہیں تاہم مختلف میدانوں میں اسلام کی خدمات کا اعتراف بھی کیا گیا ہے لیکن اس بل کا اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ اس بل میں اسلام کو ایک ابراہیمی دین تسلیم کیا گیا ہے جس کا اظہار امریکی سینٹ کے ممبر اسپنر اور لاری گریک نے بھی کیا ہے کہ اسلام ایک عظیم ابراہیمی دین اور تین بڑے موحد ادیان میں سے ایک ہے یہی خیال امریکی صدر اور ان کی اہلیہ کا بھی ہے جس کا اظہار وہ کئی مواقع پر کرچکے ہیں۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون نمبر: ۳۴۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی ——— آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

دعائے مغفرت

جناب میر مقصود علی خاں صاحب اڈیٹر روزنامہ سالار بنگلور کا مورخہ ۲۹، ۳۰ اگست ۱۹۹۹ء کی درمیانی شب میں وصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے گریجویٹ تھے عصری علوم میں مہارت کے ساتھ دینی علوم میں بھی وسیع مطالعہ کے حامل تھے۔ صاحب فراست و صاحب بصیرت انسان تھے علم و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے یہاں کی علمی سرگرمیوں سے بہت خوش ہوتے تھے۔ تعمیر حیات کے اکثر مضامین افادۂ عام کی غرض سے عام طور پر روزنامہ سالار میں شائع فرماتے تھے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء اور اس کی شاخوں سے بنگلور آئے ہوئے سفراء کا حتی الامکان تعاون فرماتے، سالار میں خبریں شائع کرتے۔ بڑے وضعدار، متین، باوقار مرنجان مرنج اور خلیق و ملنسار انسان تھے۔ کئی دفعہ پارلیمنٹ اور کرناٹک اسمبلی میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی فرمائی پسماندگان میں سات بیٹے اور دو بیٹیوں کے علاوہ اہلیہ محترمہ ہیں اللہ تعالیٰ انھیں صبر جمیل سے نوازے اور مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔

● مولانا محمد رضوان ندوی صاحب کے برادر نسبتی مولانا حکیم عصام الحق صاحب کا ۱۹ اگست ۱۹۹۹ء کو ان کے آبائی وطن محمدی کھیری لکھیم پور میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم ادارۂ محمودیہ کے نائب مہتمم تھے لیکن ذریعہ معاش طبابت تھا۔ تقریباً پانچ ماہ سے بیمار تھے، شعائر دین پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ دیگر بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ شدید بیماری میں بھی نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے اور آن پر آخر تک غلبہ رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کو صدمہ

معروف عالم دین مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی حقیقی بڑی بہن کا ۸ جولائی ۱۹۹۹ء کو انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ عابدہ، صالحہ اور بڑی دیندار خاتون تھیں قرآن کریم کی مستقل حافظ تو نہیں تھیں لیکن عربی زبان سے واقفیت کی بنا پر آیات قرآنیہ کا انھیں بڑا استحضار رہتا تھا اور موقع محل کے لحاظ سے پڑھتی رہتی تھیں بڑی ہونے کے سبب مولانا عبدالکریم کی تربیت میں بھی ان کا بڑا حصہ رہا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی نیکیاں قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نوٹ:۔ مرحومہ کے انتقال کی خبر ادارہ تعمیر حیات کو بہت تاخیر سے موصول ہوئی۔

ممبئی میں
اعلیٰ معیاری کھانے کا ریسٹورینٹ
چکن بریانی، چکن روسٹ، مٹن مسالہ، مٹن روسٹ، قورمہ، مغلائی ڈشیں
ہمہ وقت دستیاب ہیں
تاج محل ریسٹورینٹ
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۱۴ کرناک روڈ
بمقابل
کرافٹ مارکیٹ بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸

ضرورت محصلین
دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لئے محصلین کی ضرورت ہے، جو ملک میں فراہمی مالیات کی خدمت انجام دے سکیں۔
درخواست میں اپنا پورا نام مع ولدیت / تاریخ پیدائش / مکمل پتہ / تعلیمی لیاقت تحریر کریں، اگر کسی ادارہ کے لئے کام کرچکے ہوں تو اس کی وضاحت ضروری ہے۔
نوٹ:۔ درخواست مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کی جائے۔
ناظم ندوۃ العلماء
دفتر نظامت پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ (یو۔پی)
محمد حمزہ حسنی
ناظر عام
فون نمبر: 382681

بقیہ: درس حدیث

تعلیمات نبوی مردہ دلوں کو زندہ کرتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سننے والوں کو مختلف زمینوں کی مثالیں دے کر سمجھایا، ان میں کچھ وہ ہیں جو عالم باعمل بھی ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے اور ان کی تربیت کرتے ہیں، ان کی مثال زمین کے اس حصہ سے دی جس نے پانی کو جذب کر لیا اور اس سے لوگوں کو بھی فائدہ پہونچا اور زمین ہری بھری خوش منظر رہی۔

اور کچھ ایسے لوگ ہیں کہ انھوں نے علم تو خوب حاصل کیا مگر خود نہ عمل کیا دوسروں کو سکھاتے رہے، ان کی مثال زمین کے اس حصہ سے دی جس میں پانی جمع تو ہو گیا لوگوں نے فائدہ اٹھایا مگر زمین خود ہری بھری اور شاداب نہ ہو سکی، اچھی زمین کی مثال رکھنے والے شخص ہی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ اس شخص کو شاداب و فرحاں رکھے جس نے ہماری بات سنی اس کو سمجھا اور دوسروں کو بھی سمجھایا، کتنے ایسے لوگ ہیں کہ ان میں کچھ ہے مگر سمجھے سے کام نہیں لیتے، کتنے تو ایسے ہیں کہ اپنے فاقہ سمجھ رکھنے والوں سے (عمل کی وجہ سے زیادہ سمجھ دار کہلانے کے لائق ہیں) اور کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو علم سنتے اور سیکھتے ہیں لیکن اس پر عمل کرتے ہیں نہ دوسروں ہی کو سمجھاتے سکھاتے ہیں ایسے لوگوں کی مثال اس بنجر زمین کی طرح ہے جو چکنی ہے نہ پانی کو روکتی ہے نہ ہی جذب کرتی ہے بلکہ سب بہہ جاتا ہے اور زمین جیسی کی تیسی رہتی ہے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً مثال بیان کرنا، علم سیکھنے سکھانے کی فضیلت، اور اس پر آمادہ کرنا، علم نہ سیکھنے کی مذمت وغیرہ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والا اور اس پر عمل کرلے کے ساتھ اس کو خطرہ سے بچانے کی فکر نہ کرنے والا اور خطرہ میں دیکھتے ہوئے اس پر خاموش رہنے والا۔ ان تینوں کی مثال ایک ایسی کشتی سے دی جو سمندر میں چل رہی ہے، لوگ اس پر سوار ہوئے کچھ کو اوپر جگہ ملی کچھ کو نیچے، جن لوگوں کو نیچے جگہ ملی ہے وہ اوپر سے پانی لائے ہیں پانی گرنے کی وجہ سے اوپر والوں کو ناگواری ہوتی ہے انھوں نے پانی لانے سے روکا، تو نیچے والوں نے چاہا کہ کہیں کشتی میں سوراخ کرلیں اور پانی لے لیا کریں ایک شخص نے کلہاڑی لے کر سوراخ کرنا شروع کیا تو اوپر والے آئے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا آپ لوگوں کو مجھ سے تکلیف پہونچتی ہے اور پانی ضروری ہے لہٰذا ہم نے نیچے سوراخ کرنا چاہا کہ ہمیں سے پانی لے لیں، اب اگر اوپر والوں نے اس کو روکا تو اس کو بھی ڈوبنے سے بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے لیکن اگر اس کو سوراخ کرنے دیا تو کشتی میں پانی بھر جائے گا وہ پانی میں ڈوب جائے گی کشتی ڈوبے گی تو کشتی کے مسافر بھی ڈوب جائیں گے۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال بیان فرما کر یہ بات واضح فرمائی کہ اگر کچھ لوگ دینی احکامات پر خود تو عمل کرتے ہیں لیکن دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے نہ اس کی خلاف ورزی سے روکتے ہیں، تو جب نافرمانوں پر عذاب آئے گا تو ان کے ساتھ یہ عمل کرنے والے بھی ہلاک ہو جائیں گے، لہٰذا خود دین پر عمل کے ساتھ دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے رہنا ضروری ہے۔

ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو کبھی اس ریوڑ میں چلی جاتی ہے، کبھی اس ریوڑ میں، وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتی کہ کس ریوڑ کے ساتھ رہے، جس کے نتیجے میں وہ ہلاک ہو جائے گی۔

لے عرب میں ایک پھل ہے جس کے مختلف علاقوں میں مختلف نام ہیں۔ ۱۲ یہ بھی عرب کا ایک پھل ہے۔ ۱۳ ایک قسم کا کڑوا اور بدبودار پھل۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خود نوشت سوانح حیات

"کاروانِ زندگی"

کا ساتواں حصہ طبع ہو کر منظرِ عام پر آگیا

جنوری ۱۹۹۶ء سے جولائی ۱۹۹۹ء تک کے حالات، اہم واقعات کا مجموعہ، قومی ملی اور بین الاقوامی معاملات کا جائزہ اور ایک دعوتِ فکر و عمل، قیمت اسّی روپے

اپنے قریبی بک سیلر سے حاصل کیجئے یا براہِ راست ہمیں لکھئے

ناشر

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ نمبر ۲۲۶۰۱۸

خوش گوار زندگی کے لئے
صفائی ستھرائی اور سلیقہ مندی کی اہمیت

تحریر:- شیخ علی طنطاوی
ترجمہ:- عطاء الرحمن عبدالرؤف ندوی

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت آئی جو بڑی ہی خوبصورت تھی اس کی آنکھیں بھری معلوم ہوتی تھیں اور اس کے ہونٹوں سے جیسے شراب ٹپک رہی ہو اس کے ساتھ ایک لمبے لمبے پراگندہ بالوں والا نوجوان بھی تھا جس پر میل کچیل جما ہوا تھا جیسے مہینوں سے اس کے بدن پر پانی ہی نہ پڑا ہو اور نہ ہی اس کے بالوں کو نائی نے ہاتھ لگایا ہو، داڑھی کے بال ایسے الجھے ہوئے جیسے جنگل کی جھاڑی بڑے بڑے ناخن گندگی کی وجہ سے اتنے کالے تھے کہ دیکھنے والے کو متلی ہو جائے اور کپڑے اتنے بوسیدہ اور گندے تھے کہ انکا کوئی رنگ ہی نہ معلوم ہوتا تھا جس کی بدبو دس میٹر دور ہی سے لوگوں کے لئے جان لیوا معلوم ہوتی تھی۔

اس عورت نے آتے ہی کہا اے امیر المؤمنین! یہ میرا چچازاد بھائی اور شوہر ہے میں اس کو پسند نہیں کرتی ہوں میرے اور اس کے درمیان تفریق کرا دیجئے۔

اور اس نوجوان نے کہا یہ میری بیوی ہے شادی ہوئے ابھی صرف دو مہینے ہوئے ہیں ابھی تک شادی کی علامات بھی ختم نہیں ہوئی ہیں اور یہ آپ کے پاس بغیر کسی جرم و گناہ کے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے

اس عورت نے کہا اے امیر المؤمنین! اس نے میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی ہے لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتی ہوں۔

آپ نے فرمایا کل آنا!

اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کو نائی کے پاس لے جاؤ، چنانچہ اس کو نائی کے پاس لے جایا گیا۔ نائی نے اس کے بال تراشے اور اس کو حمام میں لے جا کر غسل دلایا اور ناخن تراشے اور اس کے گندے اور بوسیدہ کپڑے اتروا کر اس کو صاف ستھرے اور نئے کپڑے زیب تن کرا کے دوسرے دن غلام اس کو لے کر حاضر ہوا۔ اس کی شکل و صورت بدل چکی تھی۔ گویا کہ وہ دوسرا شخص ہو، اب اس کی جوانی اور حسن و جمال دل کو بھانے لگا تھا۔ عورت نے اس کو دیکھ کر اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اس لئے کہ وہ اس کو پہچان نہیں سکی تھی اس کو وہ کوئی دوسرا ہی شخص سمجھ رہی تھی۔ امیر المؤمنین نے اس نوجوان کو اشارہ کیا کہ اس عورت کا ہاتھ پکڑ لے چنانچہ جیسے ہی اس نوجوان نے اس کا ہاتھ چھوا تو وہ غضبناک شیرنی کی طرح بدک گئی اور شرم و حیا اور غصے میں چہرہ سرخ ہو گیا اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کہا!

اے بدکار تو امیر المؤمنین کی موجودگی میں میری آبرو پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا تیرا بھلا ہو یہ تیرا شوہر ہے تو اس نے اس کو بڑے ہی غور سے بار بار دیکھا جیسے وہ اپنی نگاہوں کو جھوٹا پا رہی ہو پھر آخر کار اس نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا اور رونے لگی اس کے بعد وہ دونوں راضی برضا خوش و خرم واپس ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حاضرین سے کہا کہ اس طرح عورتوں کے ساتھ پیش آیا کرو اس لئے کہ وہ چاہتی ہیں کہ تم ان کے سامنے صاف ستھرے ہو کر آؤ جیسے کہ تم چاہتے ہو کہ تمہاری بیوی تمہارے سامنے بن سنور کر آئے۔

اگر وہ گھرانے جو آپس جھگڑوں کی وجہ سے ویران ہو چکے ہیں اور جن کی زندگی مکدر ہو چکی ہے اور جن کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے ان کی ہر عورت اپنے شوہر سے پوری تیاری اور تزئین کے ساتھ ملے جیسے کہ اپنی سہیلیوں سے ملتی ہے کہ چہرہ روشن ہوتا ہے بال سنورے ہوتے ہیں اور کپڑے صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر مرد اپنی بیوی سے ایسے ملے جیسے اپنے دوستوں سے ملتا ہے کہ چہرے بشرے سے خوشی اور بشاشت ٹپک رہی ہوتی ہے اور حلیہ سے حسن و جمال ظاہر ہوتا ہے۔ تو مائلی زندگی خوشگوار اور شیریں ہو جائے جس میں محبت والفت اور امن و سلامتی جلوہ فگن ہو۔

شیطان کی توبہ

ایک دن شیطان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہاں حاضر ہوا، اور درخواست کی کہ میں توبہ کرکے پاک ہونا چاہتا ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے کہ وہ میری توبہ قبول کرلے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے خوش ہوئے اور اللہ سے اس کی توبہ قبول کرنے کو کہا، اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: جاؤ اس سے کہو کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں گا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے شیطان کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنایا جس پر وہ بڑا غضبناک ہوا، اور کہا کہ میں نے جب زندہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تو اب قبر کو سجدہ کیسے کر سکتا ہوں، اور چل دیا۔